امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 جمادی الاولیٰ 1435ھ بمطابق مارچ 2014ء شمارہ 1

سٹریٹیجک معاہدہ سے کرزئی کا انکار اور پس پردہ حقائق

کرزئی حکومت کا دورانیہ اور آئندہ انتخابات

بجا اعتراف مگر بہت دیر بعد!

ہندوستان، امریکی موجودگی پر اصرار کیوں

- طیب اردگان کے خلاف مظاہرے، کس کی سازش ہے؟
- غازی آباد کے غازیوں کا معرکہ
- حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک انقلابی مصلح اور مجدد

مذہبی رواداری، ایک دلفریب نعرہ

بنیادی انسانی تعاون، عوامی رفاہی کام اور صحت کے تمام کام بلا تفریق کیے جائیں

کمیشن برائے رفاہی ادارہ جات کے سربراہ مولوی احمد بلال سے گفتگو

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ

اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤلَا يا جبرئيل؟ قال هَولاء اَ كَلَةُ الرِّبوا - [رواه احمد وابن ماجه

سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باھر سے نظر آتے ہیں میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں [جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں] انہوں بتلایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماھنامہ

شریعت

جلد 3 جمادی الاولیٰ 1435ھ بمطابق مارچ 2014ء شمارہ 1

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- سٹریٹیجک معاہدہ سے کرزئی کا انکار اور پس پردہ حقائق
- کرزئی حکومت کا دورانیہ اور آئندہ کے انتخابات
- ہندوستان، امریکی موجودگی پر اصرار کیوں
- بجا اعتراف مگر بہت دیر بعد!
- صوبہ میدان وردگ کمیشن برائے تعلیم و تربیت کی رپورٹ
- ملا محمد نعیم نافذ شہید کے مختصر حالات زندگی
- مصر: غلط فیصلے اور خطرناک مستقبل
- "سپر پاور کے لئے دردسر"
- ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ ذاکری بھی شہید ہوگئے
- طیب اردگان کے خلاف مظاہرے، کس کی سازش ہے؟
- افغان حکومت کا مستقبل۔۔۔۔؟
- حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک انقلابی مصلح اور مجدد
- اسلام کے بغیر افغانوں کے لئے کوئی دوسرا مذہب قابل قبول نہیں
- "بوریا بستر گول"
- "غازی آباد کے غازیوں کا معرکہ"
- مذہبی رواداری۔ ایک دلفریب نعرہ
- افغانستان (جنوری 2014)
- جنگی جرائم
- فروری کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

رابطہ کے لیے برقی پتہ:

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:

www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک۔۔۔۔۔40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات۔۔۔۔۔30 ڈالر

بنگلہ دیش۔۔۔۔۔28 ڈالر

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

مدیر اعلیٰ

سٹریٹیجک معاہدہ سے کرزئی کا انکار اور پس پردہ حقائق

2014 کے بعد افغانستان سے تمام امریکی افواج کے چلے جانے کے بعد یہاں رونما ہونے والی متوقع تبدیلیوں کے بارے میں میڈیا میں بحث و تمحیص کا سلسلہ اس وقت زیادہ زور پکڑ گیا جب وائٹ ہاؤس کے ترجمان جی کارنی نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ امریکی صدر نے حامد کرزئی سے ٹیلفونک رابطے میں کہا ہے کہ اس نے پنٹاگون کو حکم دیا ہے کہ سال رواں کے آخر تک افغانستان سے اپنی تمام فوجیں نکالنے کے لئے پلان ترتیب دے۔ جی کارنی کا کہنا ہے کہ افغانستان کے ساتھ سٹریٹیجک معاہدہ ہونے کی صورت میں امریکہ افغانستان میں اپنے چند فوجیوں کے باقی رکھنے کے امکانات کو رد نہیں کرتا۔

کل 26 فروری کو وائٹ ہاؤس کی جانب سے یہ بات منظر عام پر آئی اور آج مغربی خصوصاً امریکی اخبارات میں اسی بارے میں کئی مقالات اور مضامین شائع ہوئے جن میں سے ایک نے بھی اوبامہ کے خیالات سے اتفاق نہیں کیا تھا بلکہ افغانستان سے تمام فوجیں نکالنے کی صورت میں افغانستان کی تصویر افغانوں اور مغربی دنیا کے سامنے انتہائی خطرناک صورت میں پیش کی تھی۔ باہر کی دنیا کو ڈرانے کے لئے یہ خیال پیش کیا کہ افغانستان سے تمام فوجیں نکال لینے کی صورت میں جلال آباد ایک بار پھر ایمن الظواہری کی پناہ گاہ بن جائے گی۔ جبکہ افغانیوں کو یہ کہہ کر ڈرانے کی کوشش کی کہ اس سے ملک میں ایک بڑی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

نام نہاد "لویہ جرگہ" میں سٹریٹیجک معاہدہ سے حامد کرزئی کا انکار، اس سے متعلق اس کے موقف اور اس کے مقابلہ میں دجل و فریب سے پر امریکہ کے رد عمل کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پس پردہ بات وہ نہیں جو سر پردہ ہے۔ بہر حال سر پردہ کچھ بھی ہو پس پردہ حقیقت یہی کہ امریکہ اور کابل ادارہ دونوں کی دلی خواہش ہے کہ امریکہ سٹریٹیجک معاہدہ کے بہانے اس طرح سے لمبی مدت تک افغانستان میں رہے کہ دونوں ممالک کے عوام اس کو وقت کی اہم ضرورت سمجھیں۔

یہ درست ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے مجاہدین سے آمنے سامنے کی جنگ میں شکست کھائی ہے، اب نہ وہ مجاہدین کے ساتھ لڑنے کی سکت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کی عوام اتنے بڑے جانی اور مالی نقصانات برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس قدر جانی اور مالی نقصانات کی یکسر ضائع ہو جانے کی حسرت سے بچنے کے لئے اپنی بری اور حریص عادت سے مجبور ہو کر امریکہ جاتے جاتے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے ایک "چور راستہ" نکالنے کی آخری ناکام کوشش کرنا چاہتا ہے۔ حامد کرزئی کا اس معاہدہ سے انکار انہی کوششوں کی ایک اہم کڑی ہے۔

امریکہ کے لئے افغانستان کے ارد گرد خطہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، امریکہ اس خطے کے ممالک میں فساد اور بد امنی پھیلانے، یہاں خانہ جنگیاں پیدا کرنے، ان کی حکومتوں کو کمزور کرنے اور دیگر راستوں سے اپنے مذموم مقاصد تک رسائی اسی صورت میں ممکن سمجھتا ہے کہ وہ لمبے عرصے تک افغانستان میں مقیم رہے۔ امریکہ اپنے مذموم اہداف کے حصول کے لئے افغانستان کی سرزمین استعمال کرنے، خود کو ہونے والے مزید جانی و مالی نقصانات سے بچانے اور مسلح افغان نیشنل آرمی کے زر خرید غلاموں کو اپنے مقاصد کے بھینٹ چڑھانے کے لئے سٹریٹیجک معاہدے کی آڑ لیتے ہوئے نئے انداز کے ساتھ افغانستان میں اپنی قیام کے لئے راہ ہموار کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر امریکہ واقعی سٹریٹجک معاہدہ چاہتا ہے تو پھر کرزئی صاحب اس میں کبھی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتے لیکن ایسا ہے نہیں بلکہ اصل میں کرزئی کا انکار ان کے مشترکہ پلان کا حصہ ہے جو صرف اس لئے ہے کہ امریکی اور افغان عوام نہ صرف یہ کہ اس معاہدہ کی مخالفت نہ کریں بلکہ اس کو بہت زیادہ اہم بھی سمجھیں۔ وہ اس طرح کہ کرزئی کے بار بار انکار کے نتیجے میں اوبامہ نے کہا کہ اس نے پنٹاگون کو حکم دیا ہے کہ 2014 کے اختتام تک اپنے تمام فوجوں کو افغانستان سے نکالنے کے لئے پلان ترتیب دے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ دو تین روز بعد نیٹو کے دوسرے ممالک بھی اسی طرح کے اعلان کریں گے جس کے فوراً بعد غلام میڈیا میں خبروں، تجزیوں اور تبصروں کا ایک نہ تھمنے والا طوفان برپا ہو جائے گا اور ہر کوئی یہی بات کہے گا کہ تمام فوجوں کے نکل جانے سے افغانستان ایک بار پھر دہشت گردوں کی آماجگاہ بن جائے گا، خانہ جنگی شروع ہو کر امن و امان کی صورت حال بگڑ جائے گی جو دنیا کے امن کے لئے بھی خطرہ ثابت ہوگا۔

پھر پلان کے مطابق کرزئی یا کرزئی کے بعد اس کا کوئی جانشین اپنی چند شرائط سے دستبردار ہو جائے گا اور کچھ امریکہ اپنی موقف میں نرمی اختیار کر لے گا اور یوں سٹریٹجک معاہدہ پر دونوں ممالک کے سربراہان دستخط کر دیں گے۔ اور ان کے گمان میں دونوں ممالک کے عوام اس کو اپنی حکومتوں کی ایک بڑی کامیابی تصور کریں گے۔ اس کے ساتھ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مجاہدین کی ثابت قدمی کی وجہ سے امریکا مجبوراً معاہدہ نہ ہونے کو بہانہ بنا کر اپنی تمام فوجوں کو نکال لے جائے لیکن یہ تب ہوگا جب ان کے دل میں کامیابی کی سو فیصد امید نہ رہے۔

لیکن یہ امریکی حکومت اور کابل کے کٹھ پتلی ادارے کی خام خیالی ہے اس لئے کہ افغانوں نے طالبان دور کے اسلامی حاکمیت کے مبارک دنوں میں امن و سلامتی، سکون واطمینان اور عدل و انصاف کی ہوائیں چلتی دیکھی ہیں اور بیرونی غاصبوں کے حملے کے بعد بد امنی اور بد بختی کا تعفن زدہ ماحول بھی دیکھ لیا ہے۔ افغان قوم جوان کی فریب کاریوں سے دھوکہ کھانے والی نہیں اور اسی بات پر یقین رکھتی ہے کہ تمام تر بیرونی فوجوں کے افغانستان سے چلے جانے کی صورت میں ہی یہاں کے خوشی اور امن کا دور واپس آئے گا۔ امید ہے کہ مغربی اقوام شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازیوں سے دھوکہ نہیں کھائیں گی بلکہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جارحانہ اور غاصبانہ سوچ ہی کو دنیا میں رائج بد امنی کا اصل سبب اور جڑ سمجھیں گی، ایک آواز ہو کر سٹریٹیجک معاہد کی مخالفت کریں گی اور اس بات کا اعتراف کریں گی کہ طالبان خوشحال، آزاد، مسلمان اور خود مختار افغانستان چاہتے ہیں وہ نہ پہلے کسی کے لئے خطرہ تھے اور نہ ہی آئندہ کسی کو ان سے خطرہ ہونا چاہئے۔

کرزئی حکومت کا دورانیہ اور آئندہ انتخابات

نسیم بارگزئی

رواں سال 2014 کے اپریل میں افغانستان میں صدارتی الیکشن ہونے کو ہیں ۔ گذشتہ انتخابات 2009 میں ہوئے تھے جس میں کابل انتظامیہ کے لیے صدر حامد کرزئی کو منتخب کیا گیا تھا ۔ گذشتہ ماہ فروری کی 2 تاریخ کو الیکشن مہم کا آغاز کیا گیا اور جیسا کہ جمہوری ڈرامے میں ہوتا ہے امیدواروں نے عوام کے سامنے اپنی پالیسیاں ، پروپیگنڈے ، وعدے وعیدیں اور منت زاریاں شروع کردی ہیں ۔ وطن عزیز میں جمہوری کھیل کا آغاز امریکی جارحیت کے بعد ہوا اور پہلی عبوری حکومت ہی میں حامد کرزئی کو افغانستان کا صدر منتخب کیا گیا ۔ پھر پہلے انتخابات ہوئے جس میں پھر حامد کرزئی ہی صدر منتخب ہوئے ، اس مدت کی تکمیل پر 2009میں دوسری مرتبہ صدارتی انتخابات ہوئے جس میں تیسری مرتبہ حامد کرزئی ہی کو صدر منتخب کیا گیا ۔عجیب اتفاق کہیں یا مغرب کی" ذرہ "نوازیاں کہ جارحیت کے آغاز سے اختتام تک کرزئی ہی افغانستان کا صدر رہا ۔" اختتام "اس لیے کہ مبینہ طورپر 2014 کے آخر تک امریکی افواج کا انخلاء ہوگا اور کل 12000 جارحیت پسند فوجی رہ جائیں گے جن کی تعداد اس وقت 85000 ہے ۔چونکہ کرزئی دو مرتبہ صدر منتخب ہوچکے ہیں اس لیے اب کی بار وہ امیدوار نہیں بن سکتے ۔ اب چونکہ مزید امریکا کا یہاں رہنے کا ارادہ نہیں ورنہ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ آئین میں تبدیلی کرکے کرزئی کو تیسری مرتبہ بھی صدر منتخب کردیا جاتا ۔ اور سیکیورٹی معاہدے کے حوالے سے کرزئی کی" جرات انکار "کی بھی یہی وجہ سمجھ آتی ہے ۔ امریکا نے کرزئی کو پہلے عبوری صدر نامزد کروایا اور بعدازاں دومرتبہ منتخب صدر بنایا اس کی وجہ کرزئی کی چند خصوصیات ہیں جو افغانستان کے کسی لیڈر میں نہیں تھیں ۔ مکمل اطاعت شعاری کرزئی کی وہ خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی ثانی نہیں ۔ گذشتہ تیرہ سالوں میں اس نے کبھی امریکی حکام کو ناراض کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ افغانستان کی سیاست میں یہ ایک نیا چہر تھا جس پر کسی سابقہ روس نواز کمیونسٹ یا اسلام پسند سابق جہادی کی چھاپ نہیں تھی ۔ کرزئی پر نظر کرم کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جس طرح روس نے اپنے نمک خواراور کمیونسٹ یتیم افغانستان میں چھوڑے ہیں امریکا سرمایہ دارانہ نظام کی ایک فکری جڑ افغانستان میں بونا چاہتاتھا جس کے لیے نیا چہرہ ہی زیادہ مناسب تھا ۔ اور پشتون اکثریت سے تعلق سونے پر سہاگہ ثابت ہوا۔ اس لیے امریکی نگرانی میں جتنے بھی الیکشن ہوئے امریکا کی نظر انتخاب میں کرزئی کے علاوہ کوئی اور نہ آسکا ۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ 2009 کے صدارتی انتخابات میں حامد کرزئی کے مقابل طاقت ور حریف سابق وزیر خارجہ آئی سرجن ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ سامنے آئے ۔ مگر پہلے مرحلے میں کسی کو بھی واضح اکثریت حاصل نہ ہوسکی ۔ اس لیے انتخابات دوسرے مرحلے میں داخل ہوگئے ۔ یہاں تک چونکہ انتخابات ضابطے کے مطابق چل رہے تھے اس لیے ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کرزئی کے لیے چاول کے دانوں میں کنکر بن کر ابھرنے لگا ۔ یہاں آکر کرزئی کو پھر سےاپنے آقاؤں کی ضرورت پڑی اور پھر مغرب کے دباؤ پر ڈاکٹر عبداللہ صدارتی الیکشن کے مقابلے سے دستبردار ہوگئے ۔

کرزئی دور حکومت:

حامد کرزئی نے اپنے بارہ سالہ دورحکومت میں انتہائی ناکام حکومت کی ۔ ان کے پورے دور میں افغانستان بیرونی امداد ہی پر پلتا رہا ، افغانستان کوئی اقتصادی پیش رفت نہ کرسکا ۔

امریکا اور اس کے نیٹو ونان نیٹو اتحادیوں نے مل کر کرزئی حکومت کو کامیاب حکومت ظاہر کرنے کی کوشش کی ۔ انہیں اربوں ڈالر کی امداد دی گئی مگر اس کے باوجود افغان عوام کو اپنے پاؤں پر کھڑا نہ کیا جاسکا ۔ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں این جی اوز سر گرم ہیں ،مگر ان بارہ سالوں میں کوئی قابل ذکر رفاہی وترقیاتی کام سامنے نہ آیا ، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بیرونی امداد اور این جی اوز کی ساری رقم مقامی خوانین اور سرداروں کو فراہم کی جاتی رہی جن کے بدلے امریکا ان سے طالبان دشمنی کے کام لیتا رہا۔گڈ گورننس کی صورتحال تو صرف افغانستان نہیں دنیا کا ہر بچہ جانتا ہے کہ کرزئی کا سکہ اقتدار ان کے صدارتی محل "ارگ"تک ہی کارآمد تھا ۔ پورے ملک میں عملا طوائف الملوکی کا راج رہا ، امریکا نے جن لوگوں کو صوبائی وضلعی گورنر ز کا نام دیاتھا یہ دراصل اپنے علاقے کے خودمختار حاکم اور وارلارڈز تھے جہاں کرزئی انتظامیہ کو ان سرداروں کے احکامات ماننے پڑتے تھے ۔ حکومتی رٹ نام کی کوئی چیز پورے ملک میں نظر نہیں آتی تھی ۔ فوج میں بھی عہدے علاقائی باثر افراد یا سابقہ جنگجو غنڈوں اور ان کے کارندوں کو حصہ بقدر جثہ کے اصول کے تحت دیے جاتے تھے ۔ تعلیم کے شعبے میں بھی حکومت نے کوئی امتیازی کارنامہ انجام نہیں دیا ۔ یہ کرزئی کے آقاؤں کی مہربانی تھی جنھوں نے ملک میں کالجز اور یونیورسٹیاں بناکر اپنی قائم کردہ حکومت کی لاج رکھنے کی کوشش کی ۔ دفاعی حوالے سے تو کرزئی حکومت اپنے حکومتی عہدیداروں کی حفاظت میں بھی ناکام رہی ۔ کرزئی انتظامیہ کے بڑے بڑے عہدیدار اس دور میں طالبان مجاہدین کے حملوں کا شکار ہوگئے ۔ قندہار جیل کے ٹوٹنے اور سینکڑوں ہائی ٹارگٹ طالبان مجاہدین کے فرار کا واقعہ کرزئی انتظامیہ کے دفاعی حصار کو ایک زبردست دھچکا تھا ۔پورے ملک میں جارحیت پسند فوجیوں اور نیشنل آرمی کے بڑے بڑے فوجی اڈوں پر مجاہدین کے خطرناک اور بڑے حملے ہوئے ۔ جن میں سالارنو کیمپ ، بگرام ائیر بیس اور کیمپ بیس شن پر ہونے والے تاریخی حملے شامل ہیں ۔ دارالحکومت کابل میں انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل، امریکی سفارت خانے اور کابل کے قلب میں امریکی سی آئی اے کے مرکزی دفتر اورصدارتی محل پر جدید انداز میں ہونے والے طالبان مجاہدین کے حملوں نے امریکا اور اس اتحادیوں کے رہے سہے حوصلے بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیے مگر اس کے جواب میں کرزئی انتظامیہ طالبان کے خلاف کوئی ذکر کامیاب کارروائی نہیں کر سکی ۔جو اخلاقی اور انتظامی خرابیاں ایک ناکام حکومت میں ہوتی ہیں وہ سب اس حکومت میں موجود رہیں ۔ کرپشن ، رشوت ، اقرباء پروری ، اور حکومتی خزانے کا غلط استعمال جیسی ساری برائیاں اس حکومت کا خاصہ رہیں ۔ کرپشن میں افغانستان ساری دنیا میں پہلے نمبر پر رہا ۔بیرونی فوج ، نیشنل آرمی ، پولیس اوراربکی اس پورے دورانیے میں عوام پر اپنی مرضی سے مظالم ڈھالے رہے جس کی کوئی روک تھام نہ ہوسکی ۔اور جدت کے نام پر مغربی تہذیب کی ساری حیا باختگیا ں یہاں بھی لانے کی کوششیں کی گئیں ۔ ایک اور بڑا فساد بھی ان کے دور حکومت میں افغانستان میں پھیلا جس کی ساری ذمہ داری کرزئی کے سر جاتی ہے وہ ہے پشتون اور غیرپشتون کے درمیان لسانی بنیادوں پر تقسیم کی لکیر ۔ کرزئی نے گذشتہ دونوں بار ووٹ حاصل کرنے کے لیےپشتون کارڈ کا استعمال کیا ۔ اور ہر مرتبہ لسانی بنیاد پر عوام کو تفرقہ میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ۔ کرزئی نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے افغان عوام کو ایک لازوال خونی فتنے میں ڈال دیا جس کے برے اثرات شاید کبھی ختم نہ ہوں ۔

الیکشن:2014

کرزئی کے دوسرے دور حکومت کے اختتام کے ساتھ ہی اگلے انتخابات کی تیاریاں زور وشروع سے جاری ہیں ۔ مجموعی طورپر گیارہ صدارتی امیدوار میدان میں ہیں جن میں سے پانچ صدارتی کرسی کے لیے مضبوط امید وار سمجھے جاتے ہیں ۔ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ ، زلمی رسول ، عبدرب الرسول سیاف ، قیوم کرزئی ، اشرف غنی۔ انتخابات قریب ہیں اور مقابلہ سخت ۔ ان پانچوں میں سے ہر ایک کے پاس اپنے حساب سے کامیابی کا ایک مضبوط

پروانہ ہے۔ مگر مغربی قوتیں اس بار انتخابات میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہیں اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے وہ یہ کہ امریکا اور اس کے اتحادی اب سمٹتے جارہے ہیں اور وہ افغانستان میں مزید رہنا نہیں چاہتے اس لیے ان کی دلچسپی بھی کم ہے۔ اور دوسری وجہ فکری ہے۔ امریکا کی یہ تاریخ رہی ہے کہ مسلم ممالک پر قبضہ کے بعد جانے سے پہلے وہاں کے عوام میں اختلاف اور تفرقہ بازی کی بیج بو کر گیا ہے۔ عراق میں شیعہ سنی دشمنی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ افغانستان میں مذہبی فرقہ بندی کی کوئی جنگ امریکا شروع نہ کرواسکا اس کی وجہ یہ ہے کہ افغانستان میں مذہبی حوالے سے امارت اسلامیہ کی پالیسیوں پر عوام کا اعتماد ہے۔ وہاں کے تمام مذہبی طبقات میں امارت اسلامیہ کی حیثیت مسلم ہے۔ اور امارت اسلامیہ کی میانہ رو پالیسیوں ہی کہ وجہ سے افغانستان میں مذہبی تعصب اور فرقہ وارانہ جنگیں شروع نہ ہوسکیں۔ اس لیے امریکا نے کرزئی کے ذریعے یہاں لسانی بنیادوں پر اختلاف اور تفرقہ کی لکیریں ڈالدیں۔ کرزئی کے لیے پشتون کارڈ الیکشن میں کامیابی کا ذریعہ بنا اور امریکا کے لیے افغانستان کے غیور مسلمانوں میں اختلاف کی دراڑیں ڈالنے کا وسیلہ۔ اب بارہ سال بعد امریکا جارہا ہے تو اسے افغانوں کو تباہ کرنے کے لیے مزید یہاں رہنے یا بمباریاں کرنے کی ضرورت نہیں رہی اب افغان آپس میں ایک دوسرے کو مارنے کے لیے کافی ہوں گے۔ روسی شکست کے بعد افغانستان میں خانہ جنگی کی جو صورتحال مفاد پرست لیڈروں کی وجہ سے بنی تھی امریکی انخلاء کے بعد لسانی بنیادوں پر ایسی ہی خانہ جنگی امریکا کا خواب ہے۔

کرزئی نے اپنے گذشتہ بارہ سالہ دور حکومت میں کرپشن کے ریکارڈ توڑدیے۔ کرزئی خاندان افغانستان کا سب سے بڑا کرپٹ خاندان ہے۔ کرپشن کے ایسے سنگین الزامات دبائے رکھنے کے لیے اب تک کرزئی نے اپنی کرسی اور امریکی آشیرباد کا استعمال کیا مگر اب ان کی کرسی بھی ختم ہورہی ہے اور امریکی بھی جانے والے ہیں اس لیے اس خاندان نے متبادل انتظام کے طورپر ان کے بھائی قیوم کرزئی کو صدارتی امیدوار نامزد کیا ہے۔

اگر چہ کرزئی نے کہا ہے کہ وہ یا ان کی حکومت کا کوئی عہدیدار انتخابات پر کسی قسم کی اثراندازی کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ سرکاری وسائل کا استعمال کیا جائے گا، کہیں سے بھی ایسی شکایت موصول ہوئی تو متعلقہ سرکاری عہدیدار کو معطل کردیا جائے گا۔ مگر عوامی حلقوں میں کرزئی کے اس بیان کو دیوانے کی بڑ کہا گیا ہے کیوں کہ ہر خاص وعام جانتا ہے کہ افغانستان بھر میں وارلارڈز جنہیں صوبائی اور ضلعی حکومتوں میں عہدے دیے گئے ہیں الیکشن مہم میں سرعام سرکاری وسائل کا استعمال کررہے ہیں اور کرزئی انتظامیہ تماشہ بین کا کردار اداکررہی ہے۔ کرزئی خاندان اس بارپھر پشتون کارڈ کے ذریعے جیتنے کی کوشش کررہاہے۔ مگر جیسا کہ ہر استعمار کا اصول ہے کہ" استعمال کے بعد کچرا کوڑے دان میں ڈالیں "اس لیے اب کرزئی خاندان میں امریکی دلچسپی کم ہوگئی ہے جو کرزئی کی پریشانی کا باعث ہے۔

افغانستان میں اس وقت85000ہزار بیرونی فوجی تعینات ہیں۔ انتخابات کے بعد ان کی تعداد40000 کردی جائے گی اور رواں سال کے آخر تک یہ تعداد12000 پر رک جائے گی۔ دوسری طرف ملک کی معاشی حالت یہ ہے کہ آج صدارتی انتخابات کے انعقاد کے لیے بھی انہیں بیرونی امداد کی ضرورت ہے۔ افغان الیکشن کمیشن نے خبردار کیا ہے کہ اگر50 لاکھ ڈالر کی مزید امدادنہ دی گئی تو پاکستان اور ایران میں موجود افغان مہاجرین کے لیے ووٹنگ کا انتظام مشکل ہوجائے گا،جس سے 50 لاکھ افغان مہاجرین ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم ہوجائیں گے۔ کرزئی جیسا مغرب کی آنکھ کا تارا لیڈربارہ سالوں میں افغانستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا نہ کرسکا،ڈیڑھ لاکھ بیرونی اورہزاروں افغان نیشنل آرمی کی موجودگی کے باجود اس کی دفاعی حالت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ سوال یہ ہے کہ آئندہ حکومت دفاعی یا معاشی حوالے سے کیا کارنامہ انجام دے گی، جو معاشی اور دفاعی دونوں لحاظ سے بیرونی آقاؤں کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگی۔

☆☆☆

هندوستان، امریکی موجودگی پر اصرار کیوں

عبید تنویر

ایسے حالات میں جب امریکا عسکری میدان میں تاریخی شکست کا سامنا کر رہا ہے۔ اور اس کے تیرہ سالہ حربے ایک ایک کر کے ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔ سپر پاور کا رعب و دبدبہ اس قدر پھیکا پڑ گیا ہے کہ اب اس کے اپنے کٹھ پتلی بھی اسے وہی اہمیت اور قدر و منزلت دینے کو تیار نہیں۔ اور مزید امریکیوں کا وجود ان کے لیے بھی ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے۔

امریکا ایسے پریشان کن حالات میں کئی ممالک کے تعاون سے ان کوششوں میں سرگرم ہے کہ کس طرح اس رسوا کن مستقبل سے بچ جائے۔ اور ساتھ ساتھ افغانوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ یہاں امریکیوں کا یہاں رہنا افغانوں کی مفادات کے لیے تھا۔

حال ہی میں ہندوستان کی وزارت خارجہ نے متعدد اعلامیوں کے ذریعے اس بات کا کئی بار تکرار کیا کہ افغانستان میں امریکی وجود اور عسکری سیکیورٹی معاہدے پر دستخط افغانوں، عالمی دنیا اور خطے کے مفادات میں ہے۔ افغانوں کو یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ ہندوستان کے خیال میں گذشتہ تیرہ سالوں کے دوران بیرونی قوتوں کی موجودگی کے باعث افغانوں نے ہر میدان میں ترقی کی ہے، اگر بیرونی قوتیں افغانستان سے نکل جائیں اور سیکیورٹی معاہدے پر دستخط نہ ہوں تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ایک بار پھر افغانستان پر طالبان کی حکومت قائم ہو جائے گی۔

ہندوستان کی ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ افغانستان کے حوالے سے اس کے کچھ مخصوص مذموم مقاصد اور مفادات ہیں۔ اور اس کے عزائم یہ ہیں کہ وہ ایک طرف افغانستان کو آگ و بارود کے شعلوں میں گرا رکھنا چاہتا ہے اور دوسری طرف خود کو امریکا کا سب سے قریبی کٹھ پتلی ثابت کرنا چاہتا ہے۔

گذشتہ 13 سالوں کے دوران امریکا اور ناٹو کے ہاتھوں لاکھوں نہتے افغان شہید ہوئے اور لاکھوں ابھی تک ان کی جیلوں میں ظلم و ستم کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کبھی بھی امریکا اور اتحادیوں کے ان مظالم پر ہندوستان نے اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے کبھی بھی اس کی مذمت نہیں کی کہ امریکا افغانستان میں عام لوگوں کے بنیادی انسانی حقوق پامال کر رہا ہے۔

مگر جب امریکا کی رسوائی اور تباہی کا خطرہ سامنا آیا ہندوستان نے تمام انسانی حقوق و سفارتکاری کے اصول پامال کر دیے اور افغانوں کی برملا دشمنی شروع کر دی۔ اس نے واضح طور پر افغانوں کو استعماریت کے پنجہ استبداد میں دینے کی کوشش کی۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ افغانستان کے مسائل اور داخلی امور میں گذشتہ کئی دہائیوں سے پڑوسی ممالک مداخلت کر رہے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ مگر ہندوستان وہ واحد ملک ہے جو کبھی افغانستان کے مسائل اور داخلی امور میں تیسرے فریق کی حیثیت سے نہیں رہا۔ ہمیشہ افغانستان کے دینی اور قومی اقدار کے خاتمے کی کوشش کی اور افغانوں کے قاتلوں کا تعاون کیا۔

افغانستان پر روسی جارحیت کے بعد ساری دنیا نے محکوم و مظلوم افغانوں کا ساتھ دیا۔ مگر ہندوستان وہ ملک تھا جس نے نہ صرف سرخ لشکر کی تجاوزات کی حمایت کی بلکہ آخری دن تک کابل میں کمیونسٹ انتظامیہ کی مضبوط سیاسی اور عسکری حمایت کرتا رہا۔

اسی طرح جب کمیونسٹ انتظامیہ کا خاتمہ ہوا اور مجاہدین کابل میں داخل ہوئے تو تب بھی ہندوستان وہ واحد ملک تھا جو افغانستان کے داخلی امور میں گہری مداخلت کرتا رہا۔ اور داخلی جنگوں کو شدت و وسعت دینے میں اہم کردار ادا کرتا رہا۔ اور ایک شدت پسند، خونخوار اور جنگجو فریق کا بے دریغ تعاون کرتا رہا۔ اسی طرح جب طالبان شر و فساد اور اندرونی جنگوں کے خاتمے کے لیے مظلوم افغانوں کے نجات کے لیے میدان میں آئے اور چوروں ڈاکوؤں کے ایک گروپ کے علاوہ تمام افغانوں نے انہیں خوش آمدید کہا تب بھی یہی ہندوستان اکثر افغان عوام کی امیدوں اور آرزؤوں کے خلاف غداروں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا۔

ڈاکوؤں اور اجرتی قاتلوں کے اس جتھے کی پشت پر کھڑے ہو کر اسے مالی اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کرتا رہا اور وسائل مہیا کرتا رہا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمالیں۔

بجا اعتراف مگر بہت دیر بعد!

حسن زوی

ذرائع ابلاغ سے گفتگو کرتے ہوئے کرزئی نے کہا ہے: "طالبان ہمارے بھائی ہیں اور امریکی ہمارے حریف ہیں۔ افغانستان میں امریکیوں کی تعیناتی سے کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا"۔ کرزئی کے اس بیان پر ذرائع ابلاغ میں کئی دن تک مباحثے چلتے رہے اور مغرب میں مختلف شخصیات اور تنظیموں کی جانب سے اس پر ردعمل بھی سامنے آئے۔

کرزئی کی یہ وضاحتیں بظاہر بہت حیران کن ہیں۔ مگر بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسے حیران کن نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ سیکیورٹی معاہدے سے انکار اور اس طرح کی دیگر وضاحتیں اور بیانات امریکا کے کہنے پر کیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ امریکا واقعتا افغانستان سے فرار ہونا چاہتا ہے۔ کرزئی کی زبان سے ایسی باتیں کہ "امریکی فوج ہمارے عوام کے قاتل ہیں، ہماری نیشنل آرمی اب اپنے ملک کی حفاظت کر سکتی ہے، امریکی اپنے مفادات کے حصول کے لیے آئے تھے، ہمیں ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا"۔ اس طرح کی باتیں اس لیے کی جاتی ہیں تاکہ امریکا دنیا کو یہ بتا سکے کہ اب افغانستان میں ہماری ضرورت نہیں رہی۔ ہم نے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں اس لیے اب ہم افغانستان سے جا رہے ہیں۔

اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ سیکیورٹی معاہدے سے انکار اور امریکا مخالف بیانات کرزئی اپنی مرضی سے کر رہا ہے تو یہ ایک جانب تو ان لوگوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے جو سیکیورٹی معاہدے پر دستخط اور امریکیوں کی موجودگی کو ناگزیر سمجھ رہے ہیں۔ اور اسی پر اصرار کر رہے ہیں دوسری طرف بلاشبہ یہ حقائق کا ادراک اور بجا اعتراف ہے مگر افسوس اب بہت دیر ہو چکی!

امریکیوں کی جانب سے افغانستان پر جارحیت کے ابتدائی دنوں میں جب امریکا نے افغانستان کی تعمیر نو کا نعرہ لگایا تو ہر صاحب دانش مسلمان جانتا تھا کہ وہ امریکا جو اسلام دشمنی میں سب سے آگے ہے، جس کی ساری تاریخ کمزور عوام پر جارحیت اور ان کی معدنیات اور وسائل غصب کرنے سے بھری پڑی ہے اس سے اپنے ملک کی تعمیر نو کی امید رکھنا تاریخ کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ امریکا یہاں بھی اپنی تاریخ دہرائے گا اور یہ اسی لیے یہاں آیا ہے۔

مگر بدقسمتی سے کرزئی سمیت اقتدار اور کرسی کے تمام بھوکوں کو امریکا کی یہ تاریخ یاد نہ رہی۔ اور اندھا بہرہ ہو کر امریکا کے ہاتھوں بنی ہوئی انتظامیہ میں بڑی کرسی قبول کر لی۔ اپنے ملک اور عوام کے قومی اور دینی مفادات نظر انداز کر دیے اور 13 سالوں تک امریکیوں کے مفادات اور اہداف کی تکمیل کے لیے کام کرتے رہے۔ امریکیوں کے لیے ان کی اس بھرپور اخلاص کی وجہ ہی سے یہ ملک ایک طویل دورانیے کے لیے جارحیت کے پنجہ خونین میں چلا گیا۔ اس طویل دورانیے میں جتنے بھی مادی اور روحانی نقصانات ہمیں پہنچے ہیں ان سب کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔

ابھی جب کرزئی کا دوسرا دورانیہ بھی ختم ہونے والا ہے اور قانون کی رو سے تیسری بار وہ امیدوار نہیں بن سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ یہاں رہنے کی امریکی امیدیں بھی خاک میں مل گئی ہیں تو اب کرزئی کہتا ہے کہ امریکیوں کی تعیناتی کا کوئی فائدہ ہمیں نہیں اور وہ اپنے مفادات کے لیے یہاں رہ رہے ہیں۔

ہاں! یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ اپنی زندگی میں انسان کا کردار جتنا بھی گھٹیا ہو مگر وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ مستقبل میں بھی لوگ اسے ایسے ہی برے القابات سے یاد کریں۔ اگر واقعتا کرزئی یہ سب کچھ اپنے ہی ارادے سے بول رہا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اسی انسانی فطرت کی وجہ سے وہ اپنی گذشتہ تیرہ سالہ سیاہ کردار میں ایک سفید نکتہ ڈالنا چاہتا ہے اور یہ بذات خود ایک اچھی بات ہے۔

مگر کرزئی کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ لوگوں کے حافظے اتنے کمزور نہیں ہیں۔ ایک معاہدے پر دستخط سے چند دن کے لیے انکار کرنے اور امریکا کے خلاف کچھ الفاظ زبان پر لے آنے سے کیا عوام کی نظروں میں ان کا کردار شفاف

ہو جائے گا۔ نہیں یہ بات اتنی آسان نہیں اور نہ لوگ اتنے سادہ لوح ہیں۔ کٹھ پتلیوں کے تعاون سے کرزئی کی قیادت میں قائم کابل انتظامیہ کی وجہ سے یہ ملک ایک طویل جارحیت کے چنگل میں پھنس گیا۔ جس کی وجہ سے یہاں کے مسلمان بڑے بڑے جانی ومالی اور روحانی نقصانات سے دوچار ہوئے جس کی ساری ذمہ داری انہیں کٹھ پتلیوں اور غلاموں کے سر ہے۔

کچھ فریبانہ جملوں سے یہ مجرم اپنی ان تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کرزئی اگر اپنے ان جرائم پر شرمندہ ہے اور وہ تاریخ کے صفحات میں درج اپنے بدکرداری کی داستان دھونا چاہتا ہے، اسے واقعتاً یہ بات سمجھ آگئی ہو کہ امریکی یہاں اپنے ہی مقاصد کی تکمیل کے لیے آئے ہیں، وہ واقعتاً طالبان کو اپنا بھائی اور امریکیوں کو اپنا حریف سمجھتا ہے تو اسے چاہیے عملی طور پر طالبان کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور جارحیت پسندوں سے اپنی دشمنی ظاہر کریں امریکی غرور اور چودھراہٹ کے دنوں میں مجاہدین نے خالی ہاتھ امریکا سمیت اس کے تمام جارحیت پسند اتحادیوں سے ٹکر لی اور دنیا کے ان سرکش قوتوں کو نکیل ڈالی اور اب دشمن کو بڑی شکست سے دوچار کردیا ہے تو اب شکست خوردہ دشمن کے خلاف مجاہدین کی صف میں مل جانا کون سا مشکل کام ہے؟

میری یہ بات بہت سے لوگوں کو ایک بڑے آدمی کو ایک چھوٹے آدمی کا ایک کمزور سا مشورہ لگے گا۔ مگر جس کو معلوم ہو کہ تاریخ کے دور انیے میں امریکا نے اپنے کٹھ پتلیوں سے کیا سلوک کیا ہے؟ امید ہے پھر سب میری بات سے اتفاق کریں گے۔ اور جب امریکا اور اس کے اتحادی شرمناک شکست کھا کر افغانستان سے فرار ہو جائیں گے تو امریکا کے انتہائی وفادار کٹھ پتلی ایرانی شاہ رضا شاہ پہلوی کی طرح امریکا کے افغان کٹھ پتلیوں کو بھی دنیا کے کسی کونے میں پناہ نہیں ملے گی۔ پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مشورہ کتنا بجا اور مفید تھا مگر پھر بہت دیر ہو چکی ہوگی اور پانی سر سے گذر چکا ہوگا۔

***

بقیہ از: ہندوستان امریکی موجودگی پر اصرار کیوں

سابق چیف مارشل فہیم نے خود اعتراف کیا ہے کہ: "ہندوستان نے طالبان کے خلاف ان کے اتحاد (شمالی اتحاد) کو دیگر جنگی سامان کے علاوہ لاکھوں بارودی سرنگ بھی دیے تھے جن کے ذریعے جنگ کی اگلی مورچوں میں طالبان کا راستہ روکا جاتا تھا"۔

امریکا کی قیادت میں جب اسلام دشمن اتحاد نے افغانستان پر منظم جارحیت کی، ہندوستان نے امریکیوں کے حکم پر افغانوں کی دینی اور ثقافتی بنیادوں کے خاتمے اور نئی نسل کے انحراف کے لیے غیر محسوس انداز میں فکری جارحیت شروع کر دی۔

ہندوستان نے افغانستان کو کچھ پرانی بسوں کے عطیے اور پارلیمنٹ کی عمارت تعمیر کر کے دینے کے علاوہ گذشتہ 13 سالوں میں کوئی اقتصادی تعاون نہیں کیا۔ اس نے جعلی اور ایڈز سپائڈ دواؤں کے ایک طوفان کا رخ افغانستان پر کھول دیا۔ ہندوستان میں افغانوں کے علاج کے بہانے ایک ایک مریض سے ہزاروں ڈالر ہتھیا لیے جاتے ہیں۔ ہندوستانی مداری ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ افغانستان کا پڑوسی ملک پاکستان افغانستان میں کئی دہائیوں سے اس لیے مداخلت کر رہا ہے کہ افغانوں کو جنگ میں مصروف رکھنا چاہتا ہے تاکہ افغانوں کو دریائے کنڑ پر بند باندھنے اور بڑا بجلی گھر بنانے کا موقع نہ مل سکے۔ مگر جب ہندوستان کا راج آیا اور ہندوستان نے افغانستان کے دور افتادہ علاقوں میں اپنے مفادات کے لیے اسکیمیں ٹھیکے پر لیں تو اس نے دریائے کنڑ پر غلطی سے بھی توجہ نہیں دی۔

معلوم ہوا کہ ہندوستان کے افغانستان میں اپنے مخصوص مجوسی اور ناپاک عزائم تھے۔ وہ کبھی بھی نہیں چاہتا کہ افغانستان اقتصادی لحاظ سے مضبوط اور ایک آباد ملک بن جائے۔ اور افغانوں کی مرضی کے مطابق ایک اسلامی نظام اور حکومت قائم ہو جائے۔

اب بھی افغانستان سے نشر ہونے والے فحش ٹی وی چینلز کے پروگراموں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے 80 فیصد ہندوستانی فلموں کے مناظر، ہیجان آمیز ڈراموں اور غلیظ تصویری اشتہارات پر مشتمل ہوں گے۔ جس کا واضح مقصد افغانوں کے شفاف اخلاقی اقدار کا خاتمہ اور بے دین کلچر کو عام کرنا ہے۔

ہم افغانستان پر ہندوستان کے ثقافتی یلغار کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ اور افغانوں کے قومی اور دینی بنیادوں کے مقابلے میں اسے افغانوں کی بڑی دشمنی قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان نے افغانوں کو امریکی طاغوت کے شکنجے میں مزید کسنے کی کوششیں کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے اس سے بلا کسی ابہام کے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہندوستان نے امریکیوں سے بھی زیادہ افغانوں کی تباہ کے لیے کمر کس لی ہے۔ دوسری جانب وہ افغانستان میں اپنے فرسودہ اقتصادی مارکیٹ کی غلاظت پھینکنے اور حیوانی تہذیب کی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے زمین ہموار کر رہا ہے۔

★★★

صوبہ میدان وردگ کمیشن برائے تعلیم وتربیت کی رپورٹ

میدان وردگ کا شمار افغانستان کے مرکزی صوبوں میں ہوتا ہے۔ یہ اپنی تاریخ میں ایک علمی صوبہ رہا ہے۔ جس میں دینی وعصری علوم کے مشہور اور جید علماء اور اساتذہ نے جنم لیا۔ اس صوبے کے باسی اگرچہ عام طور پر انتہائی غریب رہے ہیں۔ آبادی کے مقابلے میں قابل کاشت زمین اور باغبانی کی زمین انتہائی کم ہے۔ اور سرحدی علاقہ نہ ہونے کی وجہ سے اس صوبے کے لوگوں کو تجارتی سہولیات اور بیرونی ممالک سے لین دین کا واسطہ بھی میسر نہیں۔ معیشت کے دیگر اسباب بھی انتہائی محدود ہیں۔ زندگی کے گزر اوقات کے لیے محنت شاقہ اور ہمہ قسم کی مشکلات اٹھانے کے باوجود علم، دانش اور تعلیم وتربیت سے ان کی بے انتہا محبت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں میں داخل کرادیں۔ والدین ہر طرح کی اقتصادی مشکلات کے باوجود اپنے بچوں کو کام کاج پر مجبور نہیں کرتے بلکہ انہیں پڑھنے کے لیے ہر طرح سے فرصت اور فراغت عطا کردیتے ہیں۔

دوسری طرف ملک کے سیاسی انقلابات، بیرونی جارحیت اور سیکیورٹی مشکلات یہ وہ سب مسائل ہیں جس نے ملک کی تمام مادی اور روحانی بنیادیں تباہ کردیں۔ خصوصاً تعلیم وتربیت کا سلسلہ بالکل ہی رک گیا یا اس میں تعطل پیدا ہوا مگر میدان وردگ کے صوبے میں الحمدللہ باشعور علماء کرام اور مجاہدین کی کوششوں سے اس طوفان کا راستہ کافی حد تک روکا گیا۔ انقلاب ثور کے روسی انقلاب کے بعد محض تین سال ایسے تھے جن میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ رکا رہا کیوں کہ ان دنوں جہاد کا آغاز تھا اور خود مجاہدین کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ بعد ازاں انتہائی مشکل حالات میں خفیہ مراکز، درختوں کے سایے تلے اور گاؤں کے مدارس میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جہاد کے دور میں یہ سلسلہ تدریجا مدارس، رہائشی طلبہ، دارالحفاظ اور مدارس پرائمری، مڈل اور کالج کی سطح تک ترقی کرتا رہا جس میں علماء دین اور شیوخ کا کردار انتہائی اہم ہے۔ بعد میں تنظیمی جنگیں شروع ہوگئیں مگر مدارس اور تعلیمی اداروں نے ان جنگوں سے خود کو ایک جانب رکھا۔

ملک پر امارت اسلامیہ کی حاکمیت کے قیام کے بعد چونکہ امارت اسلامیہ خود ایک علمی تحریک تھی اس لیے تعلیم وتعلم کے لیے ایک سازگار ماحول بن گیا۔ امارت نے تعلیم کے حالات سازگار کردیے۔ اپنی بساط کے مطابق تدریسی مواد اور وسائل فراہم کیے۔ تعلیمی اداروں میں نظم وضبط اور ڈسپلن سامنے آیا۔ وزارت تعلیم وتربیت کے زیر انتظام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تمام عصری ودینی تعلیمی اداروں اور پروگراموں کو پھر سے منظم کیا گیا۔ مدارس اور دارالحفاظ کی تعمیر اور تنظیم کی گئی۔ تعلیمی ادارے فعال ہوگئے۔ ہزاروں طلبہ کو پڑھنے پڑھانے کے لیے حالات سازگار ہوگئے۔ اور یہ سلسلہ دن بدن ارتقاء کی جانب رواں دواں ہوگیا۔

پھر یوں ہوا کہ مغرب کی جانب سے ملک پر ایک طوفان ٹوٹ پڑا۔ اب کی بار ہمارا ملک مغرب کے زیر تسلط چلا گیا۔ اس بار کی جارحیت میں اسلام کے شعوری دشمن یہود ونصاریٰ ملک پر مسلط ہوگئے۔ جن کے عزائم یہی تھے کہ ہمارے مسلمان عوام کی تعلیم وتربیت کی تمام مادی اور روحانی بنیادیں ختم کردیں۔ انہوں نے حد سے زیادہ پروپیگنڈہ کرکے یہاں کے بچوں اور نوجوانوں کو اخلاقی انحراف اور بدعقیدگی کا شکار بنانا چاہا۔ مغربی دشمن نے بظاہر اپنے طے شدہ پروگراموں میں تعلیم کا مسئلہ سرفہرست رکھا۔ ان کے نعرے یہی تھے کہ ہم تباہ شدہ سکولوں کی تعمیر کریں گے اور تعلیم کو عام کردیں گے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔ مگر درحقیقت انہوں نے کیا کیا؟ نمونے کے طور پر صوبہ میدان وردگ کی صورتحال کا تذکرہ کریں گے اور مغربی یلغار کے باعث اس صوبے کے غریب علم دوست عوام کو جو تعلیمی مسائل وتدریسی مشکلات پیش آئیں اس کی مختصر روداد ذکر کریں گے۔

1: درجنوں رہائشی دینی مدارس اور دارالحفاظ جن میں دینی علوم اور حفظ قرآن کریم کا سلسلہ جاری تھا اور ہزاروں طلباء ان مدارس میں زیر تعلیم تھے۔ مغربیوں نے پہلے اقدام کے طور پر ہی ان مدارس کا خاتمہ کردیا۔ کیوں کہ یہی مدارس ہی ان کا اولین ہدف تھے۔ بعض مدارس میں فوری طور پر جہاں انہوں نے اس قابل سمجھا جنگ کے لیے اڈے اور بنکر بنا ڈالے۔ بعض مدارس کو

لوٹ لیا گیا۔ کئی مدارس پر بمباری کی گئی۔ کئی مدارس میں بارودی سرنگ رکھ کر دھماکے کیے گئے۔ کچھ مدارس میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ یہ تعلیم کے سلسلے میں امریکی یلغار کی پہلی خدمت تھی جس کا شکار میدان وردگ کے دینی تعلیمی اداروں کو ہونا پڑا۔

2: مساجد جو مقدس دینی عبادت گاہیں بھی ہیں اور ہمارے ملک کے بچوں کے لیے ابتدائی تعلیم گاہیں اور علمی مراکز بھی۔ یہ مراکز و عبادت خانے بھی ان جارحیت پسندوں کی وحشت سے بچ نہ سکے۔ کئی مساجد کو شہید کر دیا گیا۔ کئی مساجد بمباریوں میں تباہ ہو گئیں۔ مثال کے لیے ذیل میں چند مساجد کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1) صوبہ میدان کے مرکز میں "شہید انو بازار" کی جامع مسجد 9 سال سے سیکیورٹی چیک پوسٹ بن گئی ہے۔ اس کی چھت پر دفاعی مورچے بنائے گئے ہیں اور یہاں نمازیوں کے آنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

2) کوتہ عشرو کی مسجد کئی مرتبہ فضائی اور توپوں کی بمباری میں تباہ کر دی گئی ہے۔ اس کا اکثر حصہ تباہ کر دیا گیا ہے۔

3) گاؤں تیبہ کی مسجد گذشتہ کئی سالوں سے نیشنل آرمی کا باقاعدہ کیمپ بن گئی ہے۔

4) ملا سعید اللہ گاؤں کی مسجد کا دروازہ امریکیوں نے بم سے اڑا دیا۔ گاؤں کے امام مسجد جو ایک معمر عالم تھے انہیں گرفتار کر کے دو ماہ جیل میں ڈالا گیا جنہیں گاؤں کے لوگوں کی کوششوں سے رہائی ملی۔

5) ضلع نرخ کے گاؤں الو خیل کی مسجد امریکی طیاروں کی بمباری میں مکمل طور پر تباہ ہو گئی جس میں چھ مسلمان شہید ہو گئے۔

6) گاؤں "شنکانو" کی مسجد پر امریکی طیاروں نے بمباری کی جس سے مسجد مکمل طور پر شہید ہو گئی۔

7) اعتبار خیل گاؤں کی مسجد کو بھی رمضان المبارک کے مہینے میں امریکیوں نے بمباری کا نشانہ بنایا جس سے مسجد کا اکثر حصہ تباہ ہو گیا۔

8) ضلع سید آباد کاریز، بہادر خیل، چہار دہی اور مرو کی مساجد بھی تباہ ہو گئیں۔

مذکورہ بالا چند مقامات کی نشاندہی نمونے کے طور پر ہم نے کی۔ مغربی جارحیت پسندوں کے اس طرح کے وحشت ناک اقدامات بہت زیادہ ہیں سب کا ذکر یہاں مطلوب و مقصود نہیں۔

3: عصری تعلیمی ادارے جن کی خدمت و ترقی کے دعوے مغربیوں نے اپنے پروپیگنڈوں، ذرائع ابلاغ اور حتی کہ پالیسیوں میں بھی ظاہر کیے تھے۔ جن کا مقصد محض عالمی دنیا کی توجہ کھینچنا اور عوام کے نوجوان طبقے کو مرعوب کرنا تھا۔ مگر میدان وردگ کے صوبے میں ان کا بھی خیال نہیں رکھا گیا اور اپنے وحشی پن کی نمائش یہاں بھی کر دی۔ ذیل میں مثال اور نمونے کے لیے چند مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1) ضلع چک عمر فاروق کالج کے طلبہ کو قرآن کریم کی توہین کے خلاف مظاہرے کے دوران فائرنگ کا نشانہ بنایا گیا جس میں 12 معصوم طلبہ زخمی اور 1 طالب علم شہید ہو گیا۔

2) ضلع چک کے اسی کالج کو دو مرتبہ جلایا گیا جس کا الزام شروع میں طالبان پر لگایا گیا بعد میں اس جھوٹ کی حقیقت فاش ہو گئی۔

3) اسی ضلع کے "شہداء اوپران" کالج کو جارحیت پسند اپنے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اور اس کے برابر میں فوجی چوکی بنادی گئی ہے۔ سیکیورٹی حالات کے باعث یہ کالج اکثر اوقات بند رہتا ہے۔ حتی کہ یہ کالج اب ختم ہونے کو ہے۔ علاقے کے لوگوں نے کالج کو بچانے کے لیے بہت احتجاج بھی کیا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

4) اسی ضلع کے انبو خاک کالج تین مرتبہ ان کا ہدف بنا اور اس کا اکثر حصہ تباہ ہو گیا۔

5) اسی ضلع کے شیخ یاسین اسکول کے مڈل کے استاد عبد الباری کو وحشی فوجیوں نے راستے میں پکڑا اور بعد ازاں انتہائی بے رحمی سے شہید کر دیا

6) اسی ضلع کے علاقے سیاب میں غازی گل احمد خان کالج پر چھاپہ مارا گیا۔ ملازم کو دھمکی دی گئی اور ان کے بیٹے کو جیل میں ڈالا گیا۔

7) اسی ضلع کے غازی محمد جان کالج پر بمباری ہو گئی۔

8) اسی ضلع کے علاقے مولہ کے ابتدائی سکول پر حملہ کیا گیا۔

9) اسی ضلع کے علاقے گوربت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کالج کو نشانہ بنایا گیا۔

10) ضلع نرخ میں شہاب الدین کالج کو جلایا گیا۔

11) ضلع سید آباد کے گاؤں بادام کا سکول بند کیا گیا۔

12) ضلع سید آباد حکیم خیل سکول کے طلبہ کو مارٹر کے گولے کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ سکول کے کئی اساتذہ بھی شہید کر دیے گئے۔ جیسے ضلع چک کے شیخ یاسین سکول کے استاد عبد الباری اور صوبہ میدان کے مرکز میں رستم خیل سکول کے استاد معلم گلاب وغیرہ

مگر الحمد للہ جب ان دین، علم اور وطن کے دشمنوں کے خلاف جہاد کا آغاز ہو گیا اور اس صوبے کے اکثر علاقے ان وحشیوں کے ناپاک پنجوں سے آزاد ہو گئے اور امارت اسلامیہ کے ہاتھوں فتح ہو گئے تو امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے

تعلیم و تربیت نے ان مفتوحہ علاقوں کے مسلمان عوام کے لیے حالات اور وسائل کے مطابق تعلیمی سہولیات مہیا کیں۔ اور اس حوالے سے اپنی تعلیمی پالیسیوں کی روشنی میں مناسب اور ضروری اقدامات اٹھائے۔
تمام تعلیمی امور کی نگرانی کے لیے صوبائی سطح پر ایک ذمہ دار، صوبائی سیکرٹری اور ہر ضلع کے لیے ایک تعلیمی سربراہ کا تعین کیا گیا۔ جو ذیل میں دی گئی ذمہ داریاں منظم طریقے سے پوری کررہے ہیں۔
1: تعلیم و تعلم کے لیے جب عمومی فضا موافق ہوگئی اور امن وامان کی فضا بن گئی تو تمام تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کی گئی تاکہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں اپنا تعلیمی پروگرام شروع کردیں۔
2: ابتدائی تعلیم کے لیے ہماری پرانی روایات کے مطابق گاؤں کے ائمہ مساجد اور دیگر علم دوست احباب کے تعاون سے ابتدائی مدارس فعال کیے گئے۔ جہاں گاؤں کے بچوں کو لکھائی، پڑھائی سے لیکر فقہ، احکام، عقائد، سیرت، لغت اور ریاضی سمیت تمام لازمی مضامین اور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ تاکہ یہ بچے لکھائی پڑھائی کے علاوہ اپنے دین، عقیدے اور اسلامی اخلاق سے آشنا ہوجائیں۔ یہ ایک شرعی معاملہ اور شرعی ذمہ داری بھی ہے۔ ابھی اس وقت گاؤں کے سطح پر کام کرنے والے 104 مدارس ہیں جو ہمارے کمیشن کے زیر سایہ کام کررہے ہیں جن میں 4852 طلبہ زیر تعلیم ہیں اور 156 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔
3 : متوسط اور اعلی دینی تعلیم کے لیے بھی پرانی روایات کے مطابق مدرسین اور بااستعداد علماء واساتذہ اپنے گاؤں اور مساجد میں علاقے کے طلباء کو پڑھاتے ہیں جن کے رہنے سہنے اور خوراک کے تمام اخراجات عوام کے ذمے ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر 5257 طلبہ 192 اساتذہ سے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں بہتری لانے کے لیے کچھ درسی اصول اور اہداف کا تعین کیا گیا ہے جیسے امتحانات کا سلسلہ اور کچھ دیگر اخلاقی اصول۔ ان دینی علوم کی اچھی استعداد کے لیے تمام دینی مدارس کے لیے ایک نصاب جو ملک کے جید علماء کی جانب سے ابتدائی اور متوسط سطح سے لے کر گیارہویں درجے تک ترتیب دیا گیا ہے تدریجی طور پر لاگو ہورہا ہے۔
4: ان دینی تعلیم کے مراکز کے ساتھ حفظ قرآن کریم کے بھی کئی مراکز فعال ہوگئے ہیں۔ اچھے جید حفاظ کرام اور قراء کی جانب سے انہیں تعلیم دی جاتی ہے اور حفظ قرآن کریم کے ساتھ کافی دینی معلومات بھی دی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں اب تک 2227 کے قریب حفاظ بچے حفظ کررہے ہیں۔
5: عصری تعلیم کے لیے حالت اب ماضی کی بنسبت زیادہ موافق ہیں۔ سکولوں میں ابتدائی تعلیم سے کالج کی سطح تک تعلیم کا سلسلہ فعال ہے۔ اور علاقے کے مسلمان مجاہد اور صاحب فن اساتذہ کی جانب سے انہیں تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سال کی تعلیمی رپورٹ یہ ہے کہ تمام مفتوحہ علاقوں کی 217 تعلیمی ادارے جس میں 100070 طلبہ کو 2828 اساتذہ پڑھاتے ہیں۔
انہیں کی روشنی میں ان کی نگرانی کی جاتی ہے جن میں کچھ اہم نکات یہ ہیں:
1: ہر وقت نصاب کی نگرانی کی جاتی ہے تاکہ ایسے مضامین جن سے عقیدے اور اخلاق کے حوالے سے انحراف آتا ہے نصاب میں داخل نہ کیے جائیں۔ اور ایسے غیر مفید اور عبث تفریحی مضامین جن سے شاگردوں کے اخلاق پر منفی اثر پڑتا ہے اور وقت ضائع ہوتا ہے ایسی کتابیں نہ پڑھائی جائیں۔
2: دینی مضامین جو ہمارے معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے اسے کافی وقت دیا جاتا ہے اور اس کی تعلیم کے لیے سمجھدار اور بااستعداد علماء کا وجود ضروری سمجھا جاتا ہے۔
3: قرآن کریم کے شعبے میں قراۃ اور تجوید کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے لئے ماہر قراء حضرات کی خدمات حاصل کرلی گئیں ہیں۔
4: تنظیمی اور سیاسی سرگرمیاں ان اداروں میں ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ کسی کو بھی تعلیمی سلسلے کے دوران کسی گروپ یا تنظیم کے لیے کام کرے۔
5 : وقتا فوقتا اساتذہ اور اداروں کے سربراہوں کی سطح پر تعلیمی سیمینارز اور مباحثوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں نظام کے علاوہ عقیدے، اخلاق اور دیگر ضروری موضوعات کے حوالے سے بحث کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح کے دیگر تدریسی اور انتظامی معاملات، اساتذہ اور طلبہ کے مسائل اور دینی و اخلاقی پہلوؤں کی پوری نگرانی کی جاتی ہے
خلاصہ یہ کہ میدان وردگ کے علاقے میں اب تعلیم و تربیت کا سلسلہ تعلیمی اور جہادی ذمہ داروں، خطے کے علماء، قبائلی رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے تعاون سے چل رہا ہے۔ تعلیمی سلسلے میں سب سے بڑا اور واحد مسئلہ خارجی جارحیت پسندوں کے چھاپے اور سیکیورٹی مسائل ہیں۔ جن کی وجہ سے کوئی تعلیمی ادارہ بند یا معطل کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی دین، وطن اور علم کے ان دشمنوں کو اپنی لازوال قدرت سے ختم اور نیست ونابود کردے۔ اور ہمارا یہ ہدف پورا ہوجائے اس ملک میں ایک اسلامی نظام کی حاکمیت قائم کی جائے اور اس ملک کے مسلمانوں کو علم کی روشنی سے منور کیا جائے۔
یہ اور اس طرح کے تمام جہادی تمناؤں کی تکمیل کی امید پر
کمیشن برائے تعلیم و تربیت

OOO

عبدالرؤف حکمت

گمنام سپوت

ملا محمد نعیم نافذ شہید کے مختصر حالات زندگی

اسلامی جہاد کا تسلسل ان گمنام سپوتوں کے شاندار کارناموں اور جانبازیوں کے رہین منت ہے جن کے نام، حالات زندگی اور چہروں سے ہم ناآشنا رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ کے دائرے ہمیشہ مشہور شخصیات اور معروف ہستیوں کے گرد گھومتے ہیں۔ ان گمنام ہستیوں کو ہمیشہ بھلایا گیا جنہوں نے انقلابات کے برپا کرنے، کارناموں کو وجود بخشنے اور رجزیہ ترانوں کو زندگی دلانے میں براہ راست اور بنیادی کردار ادا کیا۔

اسلامی تاریخ کے یہ فرزند اگرچہ دنیاوی لحاظ سے گمنام سمجھے جاتے ہیں مگر یقین ہے کہ ان کا اخروی حصہ بہت وزنی ہوگا۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالی کے حضور اپنی خالص عبادت اور خدمت کا سرمایہ لے کر جارہے ہیں۔ جس میں کسی قسم کے نام ونمود اور ریاکاری کا شائبہ تک نہیں۔

افغانستان میں امارت اسلامیہ کا قیام معاصر اسلامی دنیا میں ایک بڑا واقعہ تھا۔ پہلی مرتبہ کئی دہائیوں کے بعد اللہ کی زمین پر صحیح معنوں میں ایک خالص اسلامی نظام کی آواز بلند ہوئی۔ اس آرزو کی تکمیل میں بہت سے جوانوں نے اپنے خون کے نذرانے دیے۔ انہوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا عہد پورا کردیا۔ معرکۂ حق کے میدان میں آئے اور وعدہ نبھا کر چلے بھی گئے۔ ان سب کے سوانح جمع کرکے مدون کرنا ممکن نہیں۔ مگر ایک بات کا اعتراف کرنا لازمی ہے کہ اس محاذ کا ہر گمنام شہید اس بات کا حق دار ہے کہ امت کا ہر فرد ان کی یاد اپنے سینے میں محفوظ رکھے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنا خون شجر اسلام کی آبیاری میں بہایا اور اس کے بدلے کوئی خون بہا نہیں مانگا۔

اسی قافلہ شہداء کے ایک گمنام شہید ملا محمد نعیم نافذ بھی ہیں آج کی مجلس میں ہم ان کے حالات زندگی کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

ملا محمد نعیم نافذ شہید:

محمد نعیم نافذ کے والد کا نام حاجی گل محمد اور دادا کا نام سعید جان تھا۔ پشتون قبیلے میرانی سے تعلق تھا۔ ان کی پیدائش صوبہ اروزگان ضلع خاص اروزگان کے علاقے شیرہ میں ایک دیندار گھرانے میں ہوئی۔ انہوں نے اپنا بچپن اپنے ہی گاؤں میں گذارا۔ اپنے گاؤں کے امام مسجد سے انہوں نے قاعدہ پڑھا۔ پھر اروزگان کے مرکز ترین کوٹ کے علاقے چرمستان گئے اور وہاں دینی مدرسے میں داخلہ لیا۔

اسی علاقے میں ایک سال تک پڑھنے کے بعد صوبہ زابل ضلع دائیچوپان کے علاقے ہزار بوز گئے۔ وہاں ایک علاقائی مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کردیا۔ اس وقت افغانستان پر روسی جارحیت پسندوں نے حملہ کردیا اور اس کے مقابلے میں افغانوں کا مسلح جہاد شروع ہوچکا تھا۔ ان کے خاندان نے اروزگان سے پڑوسی ملک پاکستان صوبہ بلوچستان کے علاقے مسلم باغ ہجرت کی اور وہاں مہاجرین کے ایک کیمپ میں رہائش اختیار کی۔

محمد نعیم نافذ اس وقت نوجوان تھے۔ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مختلف مدارس میں اپنی دینی تعلیم کو دوام بخشا۔ مسلم باغ، کوئٹہ، سرخاب، میزئی اڈہ اور دیگر علاقوں مشہور اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ فنون کی کتابیں ختم کرکے موقوف علیہ تک پہنچ گئے۔ کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کے آخری سالوں میں انہوں نے پہلی بار جہاد میں حصہ لیا اور ملا محمد شفیق اخند کے محاذوں پر جہادی خدمات انجام دینی شروع کیں۔

اسلامی تحریک طالبان میں شمولیت اور خدمت:

اسلامی تحریک طالبان کے آغاز کے وقت اس وقت جب طالبان نے سرحدی علاقے بولدک پر قبضہ کیا ملا محمد نعیم نافذ اسلامی تحریک میں شامل ہوگئے۔ قندھار کی فتح کے بعد جب دوسرے صوبوں کی جانب تشکیلات جاری تھیں ملا محمد نعیم اس جماعت میں تھے جس کی تشکیل صوبہ اروزگان کی جانب ہوئی۔ صوبہ اروزگان میں اکثر سابقہ جہادی کمانڈروں نے طالبان کی پکار پر لبیک کہا اور اسلامی تحریک سے مل گئے۔ صرف محمد نبی، معلم عبدالخالق اور اختر محمد کے نام سے تین کمانڈروں نے مزاحمت کی۔ ان کے ساتھ اروزگان کے مرکز ترین کوٹ کے مضافات میں جنگ شروع ہوگئی۔ جس میں ملا محمد نعیم ایک گروپ سربراہ کی حیثیت سے شریک رہے۔ اروزگان کی فتح کے بعد ملا محمد نعیم کو اسلامی تحریک کی قیادت کی جانب سے

ضلع دہراوود کے پولیس سربراہ کی حیثیت سے تعینات کیا گیا۔

طالبان کی تحریک جب غزنی اور کابل کی جانب بڑھی ملا محمد نعیم اس لشکر میں تھے جنہوں نے غزنی، میدان وردگ اور لوگر کی جنگوں میں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ کابل کے چہار اسیاب کا مرکزی گوٹی اور کابل شہر کے کئی جنوبی علاقے طالبان کے ہاتھ آگئے۔ اس دوران انہیں علاقے ریشخور میں 1200 مجاہدین کی ایک بریگیڈ کی کمان سونپی گئی۔ اور وہ اسی علاقے میں اپنے جہادی ساتھیوں کے ساتھ رہنے لگے۔

اسی علاقے میں ایک روز جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہادی دفاعی خط پر گشت کر رہے تھے دشمن کے فائر کیے ہوئے مارٹر گولے سے شدید زخمی ہوگئے۔ جس کے بعد انہیں علاج کے لیے وہاں سے منتقل کرلیا گیا۔ علاج کے بعد وہ واپس جہادی صف میں حاضر ہوگئے۔ اس وقت طالبان نے ہرات فتح کرلیا تھا۔ اور بادغیس کے مضافات میں جنگ جاری تھی۔ وہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر بادغیس کے دفاعی لائن پر گئے جہاں خط اول کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔

بادغیس میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وہ چہار اسیاب آئے۔ یہاں وہ اس وقت تک خدمات انجام دیتے رہے جب تک طالبان نے کابل فتح کرلیا۔ کابل کی فتح کے وقت جب طالبان میدان شہر، چہار اسیاب اور پل چرخی کے راستے کابل میں داخل ہوگئے وہ چہار اسیاب کے دفاعی لائن پر تھے۔ سہ طرفہ جنگ کے نتیجے میں دشمن کے دفاعی محاذ ٹوٹ گئے اور طالبان فاتح بن کر کابل میں داخل ہوگئے۔

کابل کے شمال میں جہادی خدمت:

ملا محمد نعیم کے قریبی ساتھی ملا عبدالحنان کا کہنا ہے کہ کابل کی فتح کے بعد انہیں کابل کے شمال میں شکردرے کے علاقے میں ذمہ دار متعین کیا گیا۔ بعدازاں کچھ عرصہ کے لیے صوبہ کاپیسا چلے گئے اور پھر بگرام کے دفاعی محاذ پر خدمات انجام دینے لگے۔ ملا عبدالحنان کا کہنا ہے کہ اس وقت جب احمد شاہ مسعود کی جانب سے کابل پر دوبارہ قبضے کے لیے آپریشن شروع ہوا اور طالبان مجاہدین نے بگرام میں کاریز میر کے علاقے سے عقب نشینی کرلی، دوسری طرف شکردرے پر بھی سخت جنگ چل رہی تھی اس وقت حالات انتہائی سخت تھے افغانستان کے وزیر دفاع ملا عبیداللہ اخند جنگ کے فرنٹ لائن پر آگئے اور ملا محمد نعیم نافذ سے کہا تم شکردرہ کے محاذ پر خط اول پر چلے جاؤ۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکردرہ چلے گئے وہاں کچھ دن جنگ کے بعد دشمن کی پیش قدمی رک گئی۔ اس کے بعد انہیں شکردرہ ہی میں علاقائی ذمہ دار متعین کیا گیا۔ اور بہت عرصے تک وہ اسی علاقے میں خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ شمالی علاقوں میں ہونے والی تمام کارروائیوں میں شریک رہے۔

اس وقت جب ملا محمد نعیم نافذ شمال اور قندوز میں جہادی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے گردیز کی تیسری چھاؤنی کے کمانڈر کی حیثیت سے بھی ذمہ دار رہے۔ مگر چونکہ وہ ہمیشہ جنگی خطوں پر رہے اس لیے چھاؤنی میں ان کی نیابت عبدالمنان شہید اور ملا یایٔ محمد شہید سرانجام دیتے رہے۔

قندوز کے محاصرے میں:

مئی 1997 کو افغانستان کے شمال میں بڑی تبدیلیاں آئیں۔ اسی مہینے میں شمال کا ایک مشہور کمانڈر جنرل مالک طالبان سے مل گیا۔ ان سے مل کر طالبان نے مزار شریف سمیت شمالی صوبوں پر کنٹرول پر قبضہ کیا۔ طالبان کا ایک اور لشکر پروان سے سالنگ ٹنل کے راستے بغلان کی جانب نکل گیا۔ اور پل خمری کے شہر گوٹی پر قبضہ کرلیا۔

مگر جب جنرل مالک نے طالبان سے غداری کی اور مزار شریف سمیت شمالی صوبے واپس لے لیے۔ دوسری طرف احمد شاہ مسعود نے حملہ کرکے سالنگ، جبل السراج اور چاریکار پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح طالبان کے ہزاروں مجاہدین بغلان میں محصور ہوگئے۔ طالبان نے نجات کے واحد راستے کے طور پر قندوز پر حملہ کردیا۔ اور علاقائی کمانڈروں کے تعاون سے قندوز کے شہر گوٹی پر قبضہ کیا۔ اس طرح قندوز کے ہوائی اڈے کے ذریعے کابل تک فضائی راستے سے آنے جانے کا راستہ مل گیا۔

طالبان قندوز کے مرکز میں انتہائی محدود حصے میں محصور تھے اور ہر وقت تخار، بغلان اور سمنگان کی جانب سے مخالفین کے حملے جاری تھے۔ انتہائی سخت حالات میں وہ شب وروز گزر رہے تھے۔ کسی کو بھی یہ توقع نہ تھی کہ اس شدید محاصرے سے وہ صحیح سلامت نکل جائیں گے۔ یہی سخت حالات تھے جس کے باعث قندوز کے جہادی صف میں جانے کی ہمت کسی کو نہیں تھی۔ ایسے حالات میں ملا محمد نعیم نافذ جو کابل کے شمال میں شکردرہ میں جہادی ذمہ داری نبھا رہے تھے ملا محمد عمر مجاہد کی جانب سے انہیں حکم ملا کہ قندوز جا کر محاذ سنبھالے۔ انہوں نے پوری اطاعت سے امیر کے حکم پر لبیک کہا اور یہ مشکل ذمہ داری قبول کرلی۔

ملا عبدالحنان کا کہنا ہے شہید ملا محمد نعیم نافذ نے اپنے ساتھیوں کو کابل میں جمع کیا اور کہا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ قندوز جا کر محاصرے میں اتر جاؤں، آپ لوگوں میں سے جو بھی تیار ہو اور میرے ساتھ جانا چاہے مجھے خوشی ہوگی مگر میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں کہ ضرور میرے ساتھ جاؤ۔ اس وقت ان کے ساتھ صرف 11 افراد تیار ہوئے۔ انہیں گیارہ ساتھیوں کو لے کر وہ طیارے کے ذریعے قندوز میں اتر گئے۔ بعد میں قندوز کے محاذوں کے سربراہ ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ کابل گئے تو ملا نعیم اخند کو قندوز کا عمومی جہادی سربراہ متعین کیا گیا۔

افغانستان کے سابق وزیر تعلیم الحاج محترم ملاامیر خان متقی صاحب جو اس وقت قندوز میں طالبان کے جہادی صف میں خدمات سرانجام دے رہے تھے ان کا کہنا ہے کہ ملا محمد نعیم انتہائی منظم شخصیت اور حربی امور کے ماہر شخص تھے۔ قندوز کے محاصرے میں احمد شاہ مسعود کی پوری کوشش یہ تھی کہ محصور طالبان کا خاتمہ کردیا جائے۔ اس لیے کہ قندوز میں طالبان کی موجودگی سے کابل پر اس کے حملوں کا سلسلہ رک گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا جلد از جلد قندوز کے محصورین کا خاتمہ کرکے پھر سے کابل کے سرحدوں پر دستک دینے پہنچ جائے۔ مگر ملا محمد نعیم کے مسلسل حملوں نے اس کی پیش قدمی روک دی بلکہ مجاہدین کے زیر قبضہ علاقے میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔

ملا امیر خان متقی کہتے ہیں ملا محمد نعیم نے وائرلیس رابطے کا انتہائی منظم اور مضبوط نظام قائم کیا ہوا تھا جو ہر وقت فعال رہتا۔ ملا محمد نعیم انتہائی فعال اور متحرک شخص تھے۔ جو اکثر 18 سے 20 گھنٹوں تک کام کرتے رہتے۔ ہمیشہ جنگی لائنوں پر گشت کرتے۔ اور دشمن کے حملوں کا جواب دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔

ملا عبدالحنان جو قندوز میں ملا محمد نعیم کے ساتھ جہادی ساتھی رہے کہتے ہیں قندوز کے جہادی ذمہ داری کے دور میں ملا محمد نعیم کی قیادت میں تخار، اشکمش، بغلان ضلع بورکہ اور دیگر علاقے فتح ہوئے اور مجاہدین کو بڑی کامیابیاں ملیں۔

شہادت اور حیات ابدی:

قندوز میں طویل ذمہ داریاں نبھانے کے بعد 1999ء میں ایک بار پھر انہیں کابل کے شمال میں جہادی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ اس بار جب مخالفین نے کاپیساکے مضافات میں آپریشن کا آغاز کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے تغاب اور نجراب کے درمیانی علاقے میں مخالفین کی چیک پوسٹوں پر حملے شروع کردیے۔ مخالفین نے علاقے کی زمین میں بارودی سرنگ بچھادیے تھے۔ ملا نعیم نافذ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کوشش کی کہ علاقے کو صاف کرکے پیش قدمی کی جائے۔ اس وقت جب ان کے ساتھی بارودی سرنگ صاف کرنے میں مصروف تھے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سڑک کے کنارے پر انتظار کر رہے تھے ایک دومیلہ گاڑی بارودی سرنگ پر چڑھ گئی جس سے ایک زور دھماکہ ہوا۔ ملا محمد نعیم اخند اس دھماکے میں شدید زخمی ہوگئے اور موقع پر ہی تاج شہادت پر راہی دار البقا ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملا محمد نعیم نافذ جن کی عمر شہادت کے وقت 27 سال تھی۔ ان کا جسد خاکی ارزگان کے مرکز کے مضافاتی علاقے چرمستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

ملا محمد نافذ جنہوں نے زیادہ عرصہ دینی تعلیم اور جہاد کی خدمت میں گزارا تھا ان کے قریبی ساتھیوں کا کہنا ہے کہ وہ دونوں میدانوں میں انتہائی اچھا استعداد اور مہارت رکھتے تھے۔ علمی سرمایہ کے ساتھ اچھی شجاعت کے مالک تھے۔

ملا امیر خان متقی جو انہیں انتہائی قریب سے جانتے تھے ان کا کہنا ہے کہ وہ بہت اعلی اخلاق کے مالک تھے اور بڑوں کی قدر کرتے تھے۔ ان میں عاجزی کھوٹ کھوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تکبر اور بڑھے پن سے ایسے عاری تھے کہ صوبہ تخار کے علاقے بنگی میں دشمن سے سخت جنگ جاری تھی اس دوران ملا نعیم نافذ میدان جنگ میں پہنچے۔ ان کے آتے ہی مجاہدین خوشی سے وائرلیس سیٹوں میں چلانے لگے "نافذ پہنچ گئے نافذ پہنچ گئے"۔ وائرلیس سیٹوں میں یہ آواز دشمن تک بھی پہنچ گئی ان کی صفوں میں نافذ نافذ کی آوازیں ابھرنے لگیں اور ایک کھلبلی سے مچ گئی۔ اور وہ ایک ایک کرکے میدان چھوڑنے لگے۔ نافذ صاحب یہ سب کچھ سن رہے تھے اور دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے اور کہا" میری کیا حیثیت ہے ؟ میں تو ایک غریب آدمی کا بیٹا ہوں، مگر چونکہ حق کا ساتھی ہوں تو اللہ تعالی نے اسی حقانیت کی برکت سے دشمن پر اتنا رعب طاری کردیا ہے"۔

ملا ولی جان ملا نعیم نافذ رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ان کا کہنا ہے ملا محمد نعیم بیت المال کے مال میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے۔ وہ بیت المال کی معمولی سے معمولی رقم بھی گھر میں خرچ نہیں کرتے تھے۔

ملا ولی جان کا کہنا ہے کہ اس وقت ہماری زندگی انتہائی غربت کا شکار تھی۔ ایک مرتبہ میں نے ملا محمد نعیم صاحب سے گھر کی کمزور اقتصادی حالت کی شکایت کی، انہوں نے کہا میرے پاس بیت المال کی بہت زیادہ رقم ہے جسے میں ذاتی ضروریات میں صرف کرسکتا ہوں مگر اللہ تعالی سے ڈر لگتا ہے میری مانو تو یہی غربت کی زندگی بہتر ہے۔ یہ رقم اگر ذاتی ضروریات میں خرچ کروں تو یہ قیامت کے دن آگ کے انگارے بن کر گلے کا طوق بن جائے گا۔ ملا ولی جان کہتے ہیں وہ جب گھر آتے تو امارت کی قیادت کی جانب سے انہیں خاص محدود مقدار میں رقم گھر کے اخراجات کے لیے دی جاتی۔ وہ صرف وہی رقم مجھے دیتے اور کہتے اسے گھر کے مصارف میں خرچ کرنا۔ بیت المال کے دیگر رقوم کے ساتھ بہت احتیاط کرتا۔

ملا محمد نعیم نافذ شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد ان کے قریبی ساتھی ملا عبدالرزاق ان کے جانشین متعین کیے گئے۔ بعد ازاں وہ بھی نافذ کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ ملا عبدالرزاق نے صوبہ ارزگان میں امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کا آغاز کردیا۔ اب تک ان کے جہادی ساتھی اور ہم مورچہ ساتھی جنگ میں مصروف ہیں۔

• • •

مصر: غلط فیصلے اور خطرناک مستقبل

شہیدزوی

مصری عوام نے 25 جنوری کو اپنی آزادی کا تیسرا سالگرہ اس حال میں منایا کہ قاہرہ کی سڑکیں پھر مصریوں کے خون سے خوں رنگ ہو گئیں۔ فوجی حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت کے حامیوں اور مخالفین کو التحریر گراؤنڈ میں جانے سے روکا گیا تھا مگر حکومت کے حامیوں کو فوج اور سکیورٹی اداروں کی حفاظت میں التحریر گراؤنڈ میں جمع کیا گیا۔ سکیورٹی اہلکاروں نے حکومت کے مخالفین پر گولیاں برسائیں جس میں 29 نوجوان جان بحق اور کئی زخمی ہوگئے۔ 24 جنوری کو اس ملک میں 4 دھماکے ہوئے۔ پولیس کے ایک مرکز پر ہونے والے دھماکے میں 5 پولیس اہلکار ہلاک اور 4 زخمی ہوگئے۔

مصر کے ہنگاموں پر اس سے قبل ہم جتنا کچھ لکھ چکے ہیں ان سب میں اس بات پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی کہ یہ سب کچھ "عظیم تر اسرائیل" کے قیام اور وسطی ایشیاء کے نقشے کی تبدیلی کا اہم حصہ ہے۔ حالیہ تبدیلیاں اسی منصوبے کی جانب ایک بڑا عملی قدم نظر آتا ہے۔

عرب ممالک پر مغربی ڈکٹیٹروں کے تسلط کے خلاف اٹھنے والی عوامی تحریکوں کا آغاز 3 سال قبل تیونس سے ہوا۔ جسے بہار عرب کا نام دیا گیا۔ حالات پر گہری نگاہ رکھنے والے تجزیہ کاروں اور دانشوروں نے اس وقت کہا تھا کہ جابر ڈکٹیٹرز کی دوری اپنی ذات میں ایک خوش کن خبر ہے۔ کیوں کہ ڈکٹیٹر شپ کے مقابلے میں حقیقی جمہوری نظام بہر حال مسلمانوں کے لیے مفید ہے۔ مگر چونکہ مغرب نہیں چاہتا کہ عام مسلمان اپنے ممالک میں جمہوری آزادیوں سے فائدہ اٹھائیں اس لیے ان ڈکٹیٹروں کے جانے کے بعد بھی حقیقی معنوں میں جمہوری نظام ان کے لیے قابل برداشت نہیں رہا اور کوششیں کی گئیں کہ ملک میں ایک بار پھر ہنگامہ برپا ہو۔ عوام و حکومت اور عوام کے درمیان آپس میں جنگیں شروع ہوں اور یہ انقلاب جس کا نام بہار رکھا گیا تھا خزاں میں بدل گیا۔

عراق، لیبیا اور پھر شام و مصر کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے واقعتاً یہی لگتا ہے کہ تین سال قبل بہار نہیں خزاں کا ایک بڑا طوفان تھا جس نے مشرق وسطی کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ شام میں اس طوفان سے بڑی تباہی ہوئی، مصر کا مستقبل بھی اس سے مختلف نہیں لگتا۔

مصری ڈکٹیٹر حسنی مبارک کو ہٹانے کے لیے التحریر اسکوائر پر انتہائی طویل مظاہروں کے بعد حسنی مبارک کو معزول کیا گیا اور ایک عبوری انتظامیہ بنی۔ امریکا اور دیگر مغربی ممالک نے اس خیال سے آزادانہ انتخابات کی حمایت اور مطالبہ کیا کہ حسنی مبارک کی باقیات اور دیگر سیکولرز کے اتحاد کو یقینی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ یہ ان کے خیال میں بھی نہ تھا کہ مالی اعتبار سے انتہائی کمزور اور ڈکٹیٹرز کے ہاتھوں سخت پامال شدہ تنظیم اخوان المسلمون ان سیکولر جماعتوں سے زیادہ ووٹ لے لے گی جن کی پشت پر سارا مغرب کھڑا ہے۔ مگر امیدوں کے برعکس جون 2012 میں ہونے والے انتخابات میں الاخوان کی جانب سے نامزد صدارتی امیدوار محمد مرسی 52 فیصد ووٹ لے کر مصر کی تاریخ میں پہلے منتخب صدر بن گئے۔ اس طرح 42 سالہ آمریت کے بعد مصری عوام نے ڈکٹیٹروں سے نجات پائی۔ مگر بدقسمتی سے پہلے دن ہی سے مغرب کے اشارے پر فوج اور سیکولر جماعتوں نے محمد مرسی حکومت کے خلاف سازشوں کے جال بننے شروع کر دیے۔ اور ابھی ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا کہ محمد مرسی کی حکومت ایک ناکام حکومت ہے اور انہوں نے اپنے وعدے پورے نہیں کیے۔ اس بات کو مغربی پریس نے اور ہوا دی جس کی وجہ سے مغربی این جی اوز کے لبرل تنخواہ خور، حسنی مبارک کی باقیات، قبطی عیسائی اور سیکولر جماعتیں اور اسلام دشمن عناصر تحریر چوک پر نکل آئے۔ اور بلا کسی دلیل کے محمد مرسی کے استعفی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مرسی کی حمایت میں لاکھوں مسلمان دارالحکومت قاہرہ سمیت ملک کے تمام شہروں میں سڑکوں پر نکل آئے۔ چونکہ مخالفین مسلح تھے اور انہیں ہنگامہ آرائی کرنے اور بدامنی اور خون خرابہ شروع کرنے کا باقاعدہ ٹاسک دیا گیا تھا اس لیے اخوان المسلمون کے کئی دفاتر جلائے گئے اور دونوں فریقوں کی جنگوں میں مرسی کے درجنوں حامی قتل بھی ہوئے

فوج کی یہ ذمہ داری تھی کہ مخالفین کی وحشت کا راستہ روکے مگر چونکہ اصل پلان ہی فوج کا تھا اس لیے وہ فوج جس نے حسنی مبارک کے خلاف مصر کے تمام لوگوں کے مطالبے کے باوجود چالیس دن تک حسنی مبارک کے ہٹانے کا اقدام نہ کیا، یہاں محمد مرسی کی حکومت کے خلاف چار دن کے مظاہروں کے بعد ایک نامعقول مطالبے پر جمہوری اصولوں کے خلاف انتخابات کے ذریعے منتخب کردہ قانونی صدر کے خلاف فوجی بغاوت کی گئی۔ انہیں ایک نامعلوم جیل میں ڈالا گیا اور ان کی جگہ قبطی عیسائی قاضی منصور عدلی کو عبوری صدر بنایا گیا۔

امریکا جو جمہوریت اور جمہوری نظام کے قیام کے بہانے مختلف ممالک پر حملے کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہاں جب جمہوریت پامال ہوئی تو صدر اوباما نے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اس اقدام پر اپنی تشویش کا اظہار کیا مگر عملی طور پر اس پر بھی تیار نہ ہوا کہ اس فوجی بغاوت کو فوجی بغاوت کا نام دے۔ اسی طرح دوسری مغربی قوتیں جو خود کو جمہوریت کا محافظ کہتے نہیں تھکتیں انہوں نے بھی زبانی مذمت سے زیادہ کوئی قدم تو نہیں اٹھایا مگر کھلے بندوں عبوری انتظامیہ کے ساتھ تعاون شروع کر دیا۔

فوج کی پشت پر یہی امریکا اور دیگر مغربی ممالک تھے۔ محمد مرسی کی رہائی اور پھر سے انہیں منصب دلانے کے لیے ان کے حامیوں نے تحریر چوک کے قریب رابعہ العدویہ مسجد کے گرد میدان اور سڑکوں پر دھرنا شروع کر دیا۔ اخوان المسلمون کے کارکنوں پر 14 اگست کو پولیس اور فوج نے خون ریز جنگ کا آغاز کر دیا جس میں خواتین اور بچوں سمیت تقریباً 4 ہزار افراد شہید 10 ہزار زخمی اور ہزاروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا گیا۔

اقوام متحدہ، سارا کہ سارا مغرب، انسانی حقوق کے عالمی ادارے اور خصوصاً امریکا جو اپنے مطلب کی خاطر انسانیت کے خلاف کسی چھوٹے سے جرم کے ارتکاب پر فوراً حرکت میں آ جاتا ہے اور آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے یہاں انسانیت کی تباہی کے لیے اتنے بڑے جرائم کے ارتکاب کے باوجود کوئی واضح رد عمل نہیں دکھایا۔ یہ اس حقیقت کی انتہائی واضح دلیل ہے کہ فوج کی اس وحشت میں یہ قوتیں راضی تھیں بلکہ ان کی پشت انہیں قوتوں کا ہاتھ تھا۔ اس لیے امریکی ڈالروں سے بنی اور پلی فوج نے حد سے زیادہ اسلامی دشمنی شروع کر رکھی ہے۔ تمام عالمی قوانین کے خلاف، بڑے اور ناقابل معافی جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد اس فوج نے اخوان المسلمون کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا۔

انہوں نے اس اقدام کے لیے جو نیا بہانا تراشا وہ اخوان المسلمون کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دینے کی وجہ ہر گز نہیں بن سکتا۔ مگر اس سبب کو دہشت گردی کا باعث قرار دینا بجائے خود حیران کن امر ہے کیوں کہ منصورہ شہر میں جو حملے پولیس پر ہوئے ہیں جس کا الزام الاخوان پر ڈالا گیا اس کی ذمہ داری انصار بیت المقدس نے لی ہے۔

انصار بیت المقدس صحرائے سینا میں رہنے والے لوگوں کی ایک جہادی تنظیم ہے جو بیت المقدس کی آزادی کو اپنا ہدف قرار دیتی ہے۔ وہ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات اور مصر میں جمہوری سیاست کے سخت مخالف ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ گروپ اخوان المسلمون کی سیاست سے مایوس ہے۔ یہ گروپ کبھی کبھی اسرائیلی سکیورٹی اہلکاروں پر حملے کرتے ہیں۔ اس لیے مصری فوج اور پولیس ان کے خاتمے کے لیے ان پر بہت مظالم کرتی ہے۔ مصری فوج اور پولیس سے تنگ آئے ہوئے انصار بیت المقدس کا گروپ اب مصری فوج اور پولیس کو بھی نشانہ بناتی ہے۔ اس گروپ نے 24 دسمبر کو قاہرہ کے شمال میں واقع منصورہ شہر میں پولیس کے ایک مرکز پر ایک گاڑی کے ذریعے فدائی حملہ کیا جس میں 15 پولیس ہلاک ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ حملہ آور معلوم لوگ ہیں کیوں کہ انصار بیت المقدس نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اور دوسری طرف اخوان المسلمین نے اس حملے کی مذمت بھی کی۔ اسے اسلام پسندوں کو بدنام کرنے کی ایک کوشش قرار دیا اور اس واقعے کی منصفانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ مگر اگلے روز فوجی کابینہ نے اپنے اجلاس میں اعلان کیا کہ اخوان المسلمین ایک دہشت گرد تنظیم ہے کیوں کہ منصورہ کے پولیس مرکز اور گرجا گھر پر پر تشدد حملوں میں اس کا ہاتھ ہے۔

اس فیصلے کے مطابق اخوان المسلمین اور اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنے والے 1130 اداروں کے مالی حسابات ختم ہو گئے۔ الاخوان کے مظاہروں پر سخت پابندی عائد کر دی گئی، اس تنظیم کی رکنیت کو جرم قرار دیا گیا۔ وزارت داخلہ کے ترجمان ہانی عبداللطیف نے اعلان کیا کہ مظاہروں میں شرکت کرنے والوں کو پانچ سال قید کی سزا دی جا سکتی ہے اور تنظیم کے قائدین کو سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔

الاخوان نے ڈکٹیٹر کے ظلم و جبر سے بھرپور یہ فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ بلا کسی ثبوت کے یہ فیصلہ ہمارے نظریات اور پالیسیوں پر کوئی منفی اثر نہیں ڈال سکے گا۔ کیوں کہ حکومتوں کی جانب سے اس تنظیم کو ہمیشہ دباؤ کا سامنا رہتا ہے۔ یہ فیصلہ محض کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس کا ہم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ غیر سنجیدہ اور غلط الزامات کی وجہ سے انکار نہیں مرتے۔ ہم صرف اپنے رب سے فریاد کرتے ہیں۔

اخوان المسلمون کے ساتھ اتحاد میں شامل تمام جماعتوں نے بھی یہ فیصلہ رد کردیا اور فوج کی جانب سے محمد مرسی کے ہٹانے کے خلاف 4 مہینوں سے جاری مظاہروں کو جاری رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے واقعتاً پابندیوں کی پروا نہیں کی اور 27 دسمبر بروز جمعہ پھر مظاہروں کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ پولیس نے ان پر فائرنگ کی۔ 148 افراد زخمی اور کئی جان بحق بھی ہوئے۔ اسی روز پولیس نے الاخوان سے تعلق رکھنے والے 245 افراد کو گرفتار کرلیا جن میں 27 خواتین بھی شامل تھیں۔ اس کے اگلے روز پولیس جامعہ ازہر چلی گئی۔ اخوان المسلمون سے تعلق رکھنے والے 20 طلباء کو گرفتار کیا گیا جن میں سے ایک کو شہید کردیا گیا۔ اس دوران ازہر میں دو عمارتیں جلائی گئیں۔ حکومتی ذرائع ابلاغ نے اس کا الزام اخوانی طلباء پر لگایا جسے الاخوان نے مسترد کردیا۔

مگر مختصر یہ کہ ملک کی سب سے پرانی وہ جماعت جو گذشتہ 84 سال کی جہد مسلسل سے عبارت ہے اور اپنے وجود کے بعد سے اب تک کی پوری تاریخ میں اس نے کبھی بھی مسلح کوششوں کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ ایسی تنظیم کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دینا ایک بہت بڑی تاریخی حماقت اور مصر کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان کا فیصلہ تھا۔

فوج اور سیکولر تمام طبقات کا خیال ہوگا کہ اس فیصلے سے ملک پر سیکولرازم مسلط کرنے کا راستہ ہموار ہوجائے گا۔ اور سیکولرازم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، سب سے منظم اور ملک کی سب سے بڑی قدیم دینی اور سیاسی تنظیم الاخوان المسلمون کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسلام پسند تنظیم انتخابات میں اقتدار تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اور نئے قانون کے حوالے سے جو ریفرنڈم ہونا تھا اس میں مطلوبہ نتائج حاصل کرلے گی۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ اقتدار سے دینی جماعتوں کو دور کرنے کے بعد آئندہ انتخابات میں صرف مغرب اور اسرائیل کے وفادار لوگ آگے آئیں گے۔ ان انتخابات میں مصریوں نے شرکت نہ کی ہوگی تب بھی اقوام متحدہ، امریکا اور پوری مغربی دنیا کو یہ انتخابات قابل قبول ہوں گے۔ اور اسے مصر میں جمہوریت کی جانب اچھا قدم قرار دیا جائے گا۔

مصریوں پر نیا قانون مسلط کرنے میں بھی موجودہ حکومت اور فوج کامیاب ہوگئی۔ وہ قانون جو منتخب پارلیمنٹ نے 64 فیصد کی اکثریت سے منظور کروایا تھا موجودہ حکومت نے اسے معطل قرار دیا۔ موجودہ فوجی حکومت اور اس کے اشاروں پر چلنے والی عدلیہ نے مل کر ایک نیا آئین مرتب کروایا جسے اس سال 14 جنوری کو برائے نام رائے شماری کے بعد پاس کرلیا گیا۔ اس قانون کے حوالے سے رائے دینے میں محض 38 فیصد لوگوں نے شرکت کی جس میں سے اکثریت نے اس قانون کی حق میں رائے دی۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ مغربی میڈیا نے اس اقدام کو بھی جمہوریت کی جانب ایک قدم قرار دیا۔ 64 فیصد کی بھاری اکثریت سے پاس ہونے والے ایک منتخب حکومت کے نافذ کردہ قانون کو غیر جمہوری جبکہ ایک فوجی حکومت کے قانون کو جمہوریت کی کامیابی کہا گیا۔

فوج اور تمام سیکولر طبقات الاخوان المسلمون کو نئے قانون کے حوالے سے رائے دہی اور آئندہ انتخابات میں شرکت سے روکنے میں کامیاب تو ہوگئے مگر ملک پر سیکولرازم کے نفاذ میں الاخوان المسلمون جتنی بڑی رکاوٹ ہے محض دہشت گرد قرار دینے سے یہ رکاوٹ ختم نہ ہوگی۔

الاخوان المسلمون دنیا کی سب سے بڑی منظم تنظیم ہے۔ یہ ایک پختہ نظریے اور 84 سال کی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ اس کی تاسیس سے آج تک اس نے بہت سی مشکلات اٹھائیں اور بہت زیادہ مظالم اس پر ڈھائے گئے۔ مگر یہ اپنے ہدف سے دستبردار نہ ہوئے۔ اور نہ جبر و حماقت سے بھرپور اس طرح کے فیصلے اور آنے والی مشکلات اس کا راستہ روک سکتی ہیں۔

جی ہاں !اسرائیل، امریکا اور دیگر مغربی قوتوں کا جو مقصد پورا ہوتا نظر آرہا ہے وہ یہ کہ حالیہ فیصلے کی رو سے ملک کی اکثریت عوام کو دہشت قرار دے دیا گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے کہ الاخوان المسلمون کے تمام کارکن دہشت گرد قرار دے دیے گئے تو اب پوری بے فکری سے جیلوں میں ڈالا جاسکے گا۔ انہیں قتل کیا جائے گا۔ یہ سلسلہ خوب طویل ہوگا اور الاخوان کے کارکن تنگ آکر انصار بیت المقدس کی طرح سیکیورٹی اہلکاروں کے خلاف مسلح مزاحمت پر اتر آئیں گے۔ اور مصر کی حالت شام سے بھی بدتر ہوجائے گی۔ یہی اسرائیل، امریکا اور دیگر مغربی قوتیں چاہتی ہیں۔ اگرچہ امریکا نے اس فیصلے کی بظاہر مذمت کی ہے اور الاخوان المسلمون کے خلاف سیکیورٹی اداروں کے ان اقدامات پر تشویش ظاہر کی۔ انہیں چند مذمتی الفاظ کے علاوہ امریکا نے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ اس لیے لگتا ہے ان سب کے پیچھے بھی امریکا کا ہاتھ ہے۔ اور وہ مصر کو دوسرا شام بنانا چاہتا ہے۔ کاش موجودہ حکومت کے حکام نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ملک کو اتنی بڑی تباہی کے راستے پر نہ ڈالا ہوتا۔

***

سپر پاور کے لئے درد سر

تحریر: سیف العادل احرار

ویت نام کے بعد افغانستان امریکہ کے لئے بطور درد سر یاد رکھا جائے گا۔امریکہ نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور افغانستان پر فوج کشی کی حماقت کی لیکن تیرہ برس کی کامیاب مزاحمت اور جہاد کی بدولت امریکہ کو افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں،چٹیل میدانوں، کھنڈرات شہروں اور خستہ حال شاہراہوں پر شہادت کی موت کو لبیک کہنے والے نڈر مجاہدین کے تابڑتوڑ حملوں نے انہیں بدترین شکست سے دوچار کر دیا اب مختلف زاویوں سے اس سوال کا جواب تلاش کیا جارہا ہے کہ اس سال کے آخر میں امریکہ اور نیٹو افواج کی انخلاء کے بعد کیا ہوگا؟یعنی شکست کے نتیجے میں افغانستان سے رسوا کن حالت میں واپس جانے والے امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے انخلاء کی تکمیل کے بعد افغان حکومت کا مستقبل کیا ہوگا؟کیونکہ طالبان دوبارہ ملک کا کنٹرول حاصل کر رہے ہیں اس سوال کے جواب میں چند امریکی اور برطانوی حکام کے اظہار خیال اور گفتگو کا خلاصہ یہاں آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

سابق امریکی سیکرٹری خارجہ باب گیٹس کی حال ہی میں ریلیز ہونے والی اس کتاب کا ذکر کرتے ہیں جو ان کی سرکاری یادداشتوں پر مشتمل ہے،وہ کہتے ہیں کہ بارک اوبامہ نے 2008ء کی انتخابی مہم کے آغاز پر برلن میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم واپس نہیں مڑ سکتے لیکن منتخب ہوتے ہی اوبامہ کے عزم میں تبدیلی آنے لگی۔2009ء میں انہوں نے اعلان کر دیا کہ امریکی فوجیں افغانستان سے 2014ء کے آخر تک نکل جائیں گی۔وہ کہتے ہیں کہ امریکہ کی حالیہ دہائیوں میں اوبامہ سب سے کمزور صدر ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک معروضی حقیقت ہے کہ انخلاء کے بعد افغانستان کا سیکورٹی ڈھانچہ زمین بوس ہونے کا شدید خطرہ ہے کیونکہ سیاسی قیادت پر عوام کا اعتماد نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے مقامی لوگ فوج اور پولیس کی نوکری سے اجتناب کر رہے ہیں۔جیسے جیسے غیر ملکی فوجیوں کی تعداد گھٹتی جارہی ہے افغان فورسز کے لئے مشکلات بڑھتی جارہی ہیں۔

امریکی جریدے میں شائع ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ یہ حقیقت قابل غور ہے کہ امریکہ اور نیٹو نے 2001ء سے لے کر اب تک افغانستان میں 100 بلین ڈالر خرچ کئے ہیں جس کا 61 فیصد امریکہ نے برداشت کیا جبکہ بقیہ رقم نیٹو نے مشترکہ ادا کی، مگر اس کے باوجود ملک کے اقتصادی ڈھانچے کی تعمیر میں کوئی کامیابی نہیں ملی کیونکہ نہ ریاست کے محصولات میں اضافہ ہوسکا اور نہ ہی ملک میں روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوسکے،معیشت کا اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہونے کی ایک وجہ کرزئی حکومت کے اندر اعلیٰ درجے کی بدعنوانی بھی ہے جس سے امداد کی رقم فلاحی کاموں پر خرچ ہونے کی بجائے حکومتی عہدیداروں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے اس میں حامد کرزئی کا اپنا بدترین ریکارڈ ہے۔

افغانستان میں لڑی جانے والی امریکی جنگ کے حوالہ سے شائع ہونے والی ایک برطانوی خصوصی رپورٹ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ بارہ برس سے جاری اس خونی جنگ میں برطانوی افواج کے 447 فوجی ہلاک جبکہ سات ہزار سے زائد فوجی زخمی ہوئے،رپورٹ میں بتایا گیا کہ عراق کے شہر فلوجا میں جس طرح القاعدہ کا ایک مرتبہ پھر زور بڑھنے لگا ہے اسی طرح ہلمند میں طالبان اپنی پوزیشن مضبوط کر رہے ہیں جس سے اتحادی افواج میں غیر یقینی کی سی صورتحال پائی جارہی ہے۔اتحادی افواج کو یہ خدشہ ہے کہ ہلمند پر طالبان کی گرفت پھر سے مضبوط ہورہی ہے،اگر یہ عمل بڑھتا گیا تو امریکہ اور برطانیہ کی یہ بارہ سالہ خونی جنگ ناکام تصور کی جانے لگے گی۔

افغانستان کے صوبہ ہلمند میں نہر سراج، ناد علی، سنگین اور لشکرگاہ علاقے ہیں جہاں طالبان کی جنگی قوت میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے،رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2010ء میں برطانوی افواج کے یہاں دس ہزار فوجی تعینات کئے گئے جبکہ اب 2014ء میں ان فوجیوں کی تعداد 5200 رہ گئی

ہے۔رپورٹ میں یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ افغانستان میں لڑی جانے والی اس طویل جنگ پر برطانوی ٹیکس دہندگان کے اب تک 40 بلین پونڈ خرچ کئے جاچکے ہیں جبکہ اتنی بھاری قیمت چکانے کے باوجود ہلمند پر طالبان دوبارہ قابض ہورہے ہیں، ان طالبان کے مقابلے کے لئے برطانوی افواج افغان نیشنل سیکورٹی فورسز کو برطانوی اور امریکی افواج کی جانب سے جدید ہتھیاروں کی خصوصی تربیت دی جاچکی ہے تاہم اس جدید ٹریننگ کے باوجود افغان فورسز کو طالبان کی جانب سے کئے گئے حملوں کو روکنے کے لئے شدید دشواری کا سامنا ہے، اسی تناظر میں دسمبر 2013ء کی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا کہ ہلمند کے شہر سنگین پر جہاں برطانوی افواج کے اب تک 106 فوجی ہلاک ہوچکے ہیں، طالبان دوبارہ کنٹرول حاصل کررہے ہیں۔افغانستان میں جاری اس 13 سالہ مسلط کردہ جنگ پر برطانوی سیاستدانوں کے علاوہ ریٹائرڈ اعلی برطانوی کمانڈروں نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

برطانوی بحریہ کے سابق Sea Lard ویسٹ کا کہنا ہے کہ افغانستان میں جنگ کے ابتدائی ایام میں ہماری یہ سوچ تھی کہ افغانستان کی صورتحال ڈرامائی انداز میں تبدیل کرنے میں برطانوی اور نیٹو افواج جلد کامیاب ہوجائیں گی مگر افسوس یہ محض ایک خوش فہمی رہی۔ مجھے یہ کہنے میں قطعی عار نہیں کہ ہم نے بے وقوفی کا مظاہرہ کیا جو اتنا طویل عرصہ جنگ میں لگادیا، میری ذاتی رائے میں افغانستان کی لڑائی میں زیادہ وقت ضائع کیا گیا جو بلاشبہ قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔انہوں نے کہا کہ دانشمندانہ فیصلہ یہ تھا کہ ایک سال کے بعد ہی ہم افغانستان سے نکل جاتے۔

اسی طرح 2003ء میں افغانستان میں لڑنے والے برطانوی کرنل Rechard Cmmp کا کہنا ہے کہ عراق میں لڑی گئی جنگ کے بارے میں اس وقت انہوں نے عسکری غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کی تھی جس میں عراق سے 2011ء میں امریکی افواج کا انخلاء بھی شامل تھا مگر افسوس حکومت نے اس وقت ان غلطیوں کے تناظر میں دی گئی میری تجاویز کا نوٹس نہ لیا۔یہی صورتحال اب افغانستان کی داخلی صورتحال کی ہے، اتحادی افواج کے انخلاء کے بعد افغانستان کی سیکورٹی فورسز کو اپنے ملک کا کنٹرول سنبھالنا ہوگا مگر حالات یہ بتارہے ہیں کہ افغان سیکورٹی فورسز پوری طرح کنٹرول سنبھالنے میں کامیابی حاصل نہ کرپائیں گی۔

اس کے علاوہ کئی اور سیاستدان اور عسکری حکام ہیں جو افغانستان میں لڑی جانے والی جنگ میں شکست کا اعتراف کررہے ہیں، اگر ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی اس لئے ان کے اعتراف پر مبنی چند چیدہ نکات پر مشتمل اظہار خیال کے کچھ جملے یہاں درج کرکے یہ واضح کیا کہ شکست کا اب وہ خود اعتراف کررہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ افغانستان اب سپرپاور امریکہ اور نیٹو کے لئے بطور ورد سریادر کھاجائے گا انخلاء کا عمل درحقیقت پس پردہ اعتراف شکست اور عملا اظہار شکست ہے۔اس عظیم فتح پر ہم اللہ تعالی کے شکر گزار ہیں اور امت مسلمہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور اپنے مجاہد عوام کو سلام اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں اللہ تعالی ہماری مظلوم بہادر قوم کی لازوال قربانیاں قبول فرمائے، آمین۔

◆◆◆

بقیہ از:حضرت شاہ ولی اللہ ایک انقلابی اور مصلح مجدد

سب نے امت مسلمہ میں ایک فرقہ ایجاد کرڈالا۔سواد اعظم سے ہٹ کر کچھ جزئیات اور تفردات نکالنے کے بعد امت مسلمہ سے الگ اپنی ڈیڑھ انچ کی الگ مسجد بنانا ضروری سمجھا۔کوئی مصلح سے مجتہد بن بیٹھا اور امت کے بڑے اکابرین پر چاندماری شروع کردی۔ ہر فرقہ بازی کو اصلاح امت کی تحریک سمجھا جاتا ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اصل اسلام کی تلاش ہے تو اس کی ڈیڑھ انچ کی مسجد میں آکر سماجائیں۔صدیوں سے چلتے امت مسلمہ کے متفقہ طریق عمل اور احکامات کو بیک جنبش لب رد کردیا جاتا ہے۔بہت سے لوگوں نے حضرت شاہ کے افکار کو لے کر فقہی تقلید کی جڑ یں کھودنی شروع کردیں کہ ان کے ہاں حضرت شاہ صاحب کا اصل مقصد زندگی یہی تھا۔شاہ صاحب نے جاہل صوفیاء پر جس قدر ردوقدح کی ہمارے دور میں جاہل صوفیاء کا ایک طبقہ شاہ صاحب کی صوفیانہ اصلاحی خدمات کو لے کر انہیں اپنا مقتدا کہتا ہے۔ تصوف مخالف تحریکیں بھی شاہ صاحب کو اپنا رہنما مانتی ہیں۔تضادات کے اس چکر میں کوئی غور نہیں کرتا کہ شاہ صاحب کا اصل مشن اصلاح تھا۔آج کے دور میں شاہ صاحب کی انقلابی اصلاحی وتجدیدی فکر کو فرقہ بندی کے دائروں میں کسنے کی بجائے ان کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے ۔اس کے علاوہ ہمارے دور کے نام نہاد "مصلحین" کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان کے ہاں جہاد کا یا تو سرے سے انکار کیا جاتا ہے اور یا اس کو بے جا شرائط کے ساتھ مشروط کرکے آج کے دور میں ناممکن قرار دیا جاتا ہے۔حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ایک مفکر اور مصلح ہیں مگر آپ کا انداز وہی تمام فرسودہ نظاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ہے۔اور اس کے لیے آپ نے جہاد اور اس کے ذریعے قیام خلافت کو بھی ضرور سمجھا ہے۔یعنی آپ کے تفکرات جذبہ عمل سے عاری نہیں تھے۔

ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ ذاکری بھی شہید ہوگئے

تحریر: حامدکل

چندروز قبل ہمسایہ ملک پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں ہمارے ملک کے معروف عالم دین، جہادی رہنمااوراتحاد علماء افغانستان کے سربراہ مولوی عبداللہ ذاکری اسلام دشمن عناصر کی جانب سے بزدلانہ حملے میں شہید ہوگئے۔اناللہ واناالیہ راجعون

اس میں شک نہیں کہ یہ دنیافانی ہے، یہ دنیا آخرت کی طرف جانے کاراستہ ہے، یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے کہ جس سے صرف مسلمان نہیں بلکہ کوئی کافر بھی انکار نہیں کرسکتا، تمام مذاہب کے پیروکار موت کی حقیقت کوتسلیم کرتے ہیں، دنیامیں سب لوگ رہتے ہیں، خواہ غریب ہویاامیر ہو، بااختیار ہویابے اختیار ہو، طاقت ور ہویاکمزور ہوہراپنی صلاحیت کے مطابق زندگی بسر کرتاہے، خواہ کسی کی مرضی ہویانہ ہولیکن آخرکارآخرت کی طرف اسے جاناہے، اسلام دشمن عناصر نے مولاناعبداللہ ذاکری کوشہید کردیالیکن انہیں معلوم ہوناچاہیے کہ ایک قلیل مدت کے لئے وہ اس فانی دنیامیں محفوظ رہ سکتے ہیں ایک دن وہ بھی دنیاسے کوچ کرکے اللہ کے حضورمیں ضرورپیش ہوں گے اوراپنے کئے کی سزاضرور بھگت کرمنطقی انجام کوپہنچ جائیں گے۔

مولاناعبداللہ ذاکری نے ساری زندگی اسلام کی سربلندی اورملک کی آزادی کے لئے خدمت کی، انہوں نے عمربھراسلامی گلشن کی ابیاری کے لئے جدوجہد میں گزاری، وہ ہمیشہ باطل قوتوں کے سامنے کلمہ حق کی صدابلند کرتے رہے، یہ اللہ تعالی کاخصوصی کرم اورانعام ہے کہ کسی سے دین کی خدمت کافریضہ لیتاہے، مولاناعبداللہ ذاکری شہید دین کے سچے مبلغ اورداعی تھے، وہ جیداوردلیر عالم دین تھے انہوں نے کبھی بھی کمونزم کے حامیوں کی وحشت اوردبدبے سے کوئی خوف محسوس نہیں کیااورنہ ہی جہادی رہنماوں کے آپس کے اختلافات اورباہمی لڑائی کے دوران حق کہناچھوڑا۔

سوویت یونین کی یلغار سے لیکرامریکی لشکرکشی تک ہردورمیں حق کہنااورحق کی حمایت کرناان کاامتیازی وصف تھاوہ عمربھرباطل قوتوں سے برسرپیکار تھے۔

انہوں نے جس طرح افغانستان پرسوویت یونین کی فوج کشی کی کھل کرمخالفت کی اسی طرح امریکی یلغار کی بھی سب سے پہلے مخالفت کی، وہ ان جید علماء میں سے تھے جنہوں نے امریکی حملے کے خلاف سب سے پہلے جہاد کافتوی دیااورمختلف مواقع پرامریکہ کے خلاف جہاد کوفرض قرار دینے کی صدابلند کرتے تھے، وہ امریکہ کے خلاف جاری جہاداورمزاحمت کا بھی بھرپوردفاع کرتے تھے۔دراصل یہ اللہ تعالی کاکرم ہے کہ کسی کودین اسلام کاداعی بنادے اوراسی پراس کواستقامت دے، وہ ساری عمراللہ تعالی کے دین کی خدمت میں گزارنے کے بعد عمرکے آخری حصے میں جام شہادت نوش کرتے ہیں اس سے بڑھ کراورخوش قسمتی کیاہوسکتی ہے، جس طرح حدیث پاک میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لایزال اللہ یغرس فی ھذاالدین غرساً یستعملھم فی طاعتہ (ابن ماجہ)

مولاناعبداللہ ذاکری شہید بھی ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ساری عمردین اسلام کی خدمت اوراعلاء کلمۃاللہ کی دعوت میں گزاری۔

ہم دعاگوہیں کہ اللہ تعالی شہید کوجنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اوران کے پسماندگان، شاگردوں اورپیروکاروں کوصبرجمیل عطافرمائے۔امین

طیب اردگان کے خلاف مظاہرے، کس کی سازش ہے؟

تحریر: حسن مومند

جس روز بین الاقوامی پابندیوں کے ساتھ ساتھ ایران کو سونا اور چاندی منتقل کرنے اور غیر قانونی تعمیرات کے بدلے ایرانی حکام پر بدعنوانی کے الزامات لگائے گئے اسی روز سے مغربی میڈیا نے طیب اردگان کی حکومت کے خلاف غلیظ قسم پروپیگنڈا شروع کررکھا ہے اور دانستہ طور پر یہ مسئلہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے جس کے باعث موجودہ حکومت کے خلاف عوامی مظاہروں کی مہم میں شدت آگئی جو گرنے کے خطرے سے دوچار ہے۔

تقریبا سات دہائی قبل ترک میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور کمال اتاترک کے برسراقتدار آنے کے بعد وہ اسلام دشمنی میں خلوص نیت کے ساتھ اتنے آگے گئے شاید اتنی ان کے مغربی آقاوں کی بھی خواہش نہیں تھی، عربی رسم الخط ختم کرکے اس کی جگہ پر لاطینی رسم الخط رائج کردیا گیا، اذان سمیت تمام اسلامی شعائر پر پابندی عائد کی گئی، مسلمان خواتین کے لئے حجاب کا استعمال اور چہرہ چھپانا قانونی جرم قرار دیا گیا سینکڑوں تاریخی مسجدوں کو موزیم میں تبدیل کرنے کی جسارت کی گئی، ترکیہ میں اسلامی تہذیب کو مسخ کرنے اور اس کی جگہ پر سیکولر نظام اور لبرل معاشرہ تشکیل کرنے میں اتنے آگے گیا کہ ایک دن اعلان کیا کہ میں ترکیہ سے [نعوذ باللہ من ذالک] خدا کی خدائی کا جنازہ نکال دیا۔

یہ طبعی امر ہے کہ ترکیہ میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کے لئے ایسے اسلام دشمن اقدامات ہرگز قابل قبول نہیں تھے اور اس کے خلاف مسلمانوں کا ردعمل ظاہر کرنا فطری عمل ہے، چونکہ فوجی حکمران نہایت ظالم تھے اور مسلمانوں کو اسلام دوستی کے جرم کی پاداش میں تہہ تیغ سے نکال کر دوسرے مسلمانوں کا خاموش کرنے کا ایک حربہ استعمال کیا گیا اس لئے عوام نے بڑے ردعمل کے طور پر اظہار نہیں کیا، جب سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کی حماقت کی اور اس کے خلاف جہاد کا دور دورہ شروع ہوا اور اس کے نتیجے میں امت مسلمہ میں بیداری کی بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا اغاز ہوا، اسی اثناء میں عرب دنیا کے ہمسایہ اور یورپ سے متصل ترکیہ میں جہادی فکر یا اخوان المسلمین کی طرح سیاسی اسلامی تحریک ابھرنے کا خطرہ دیکھ کر خوف میں مبتلا مغرب نے سیکولر فوج کے ہاتھوں ہر ایسی اسلامی تحریک ابھرنے کی بروقت روک تھام کرنے کی کوشش کی، اسلام کے نام پر بنی والی ہر سیاسی تحریک پر پابندی عائد کرکے اسے کالعدم قرار دینے اور اس کے قائدین کو جیل کے سلاخوں کے پیچھے ڈال کر ایسی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دیتی، لیکن چونکہ ترکی کے حکمران سیکولر، لادین اور تخریبی سوچ کے حامل تھے اور دیندار عوام کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں تھے اور ترکی میں تبدیلی کی ہوا چل پڑی تھی، عدل اور انصاف کے نام پر بننے والی طیب ارگان اور عبداللہ گل کی پارٹی کی پالیسی معتدل تھی، ان کا موقف اعتدال پر مبنی تھا، مغربی دنیا کے جمہوری اصولوں کے مطابق جمہوری طریقے سے انتخابات کے ذریعے برسراقتدار آنے کے لئے جدوجہد کررہے تھے، سیکولر نظام کے خلاف عوامی رائے ہموار کرنے کی کوشش کررہے تھے، سیکولر نظام سے بیزار ہونے والے عوام میں یہ پارٹی تیزی سے مقبول ہورہی تھی اور مکمل اسلامی نظام کی روک تھام بھی ان ہی کے ذریعے ممکن تھا اس لئے امریکہ اور مغرب کو مسلسل تین بار برسراقتدار آنا ان کے لئے قابل قبول ہوا۔

ایک دہائی سے برسراقتدار طیب اردگان احتیاط کے ساتھ مثبت تبدیلی کے لئے اقدامات اٹھائے رہے ہیں، اس دوران انہوں نے کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھایا جو سیکولر لوگوں کے لئے ان کے خلاف دلیل ہو اور نہ ہی سیکولر فوج کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ مارشل لاء لگادے۔

لیکن ایسے اقدامات ضرور کیئے جو اسرائیل، مغربی دنیا اور بالخصوص امریکہ کی ناراضگی کا سبب بنے اور طیب اردگان کی حکومت کے خاتمے کے لئے سازش شروع کرنے کا باعث تھے، مثلاً جن مساجد کو موزیم بنایا گیا تھا انہیں دوبارہ مساجد بنا کر نمازیوں کے لئے کھول دیا گیا، میناروں سے پھر توحید کی صدائیں گونجنے لگیں، اسلامی شعائر کی دوبارہ تعظیم شروع ہو گئی اور حجاب کے استعمال پر عائد کی گئی قانونی پابندی اٹھا کر اسی حجاب میں خواتین پارلیمنٹ تک پہنچیں، ترکی میں اسلامی معاشرہ دوبارہ پروان چڑھنے لگا اور فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی حمایت کی وجہ سے کمال اتاترک کے وقت سے غاصب اسرائیل حکومت کے ساتھ مضبوط تعلقات میں اتنی دراڑیں پڑ گئیں کہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں طیب اردگان نے اسرائیل وزیر اعظم شمعون پیرس کو ظالم اور قاتل کے القاب دے ڈالا، وزارت خارجہ میں ایک دوسرے کے سفیروں کو بلانا پڑا، مشترکہ فوجی مشقیں ختم کر دی گئیں، اسرائیل کی جانب سے غزہ کے محاصرے کے دوران ترکی واحد ملک تھا جس کی حکومت نے اسرائیل کے محاصرے اور پابندیوں کے پرواکئے بغیر امدادی سامان سے بھرا قافلہ غزہ بھیجوا کر ایثار اور قربانی کی نئی تاریخ رقم کی جس پر اسرائیل کے کمانڈوز نے حملہ کر دیا جس پر ترکی نے شدید رد عمل کا اظہار کیا جسے راضی کرنے کے لئے امریکہ نے خصوصی دلچسپی لیکر اسرائیل کو معافی مانگنے پر مجبور کیا اور اس واقعے میں شہید ہونے والے افراد کے ورثاء کو معاوضہ بھی ادا کیا اس کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات بحال ہو گئے۔

اسی طرح گزشتہ سال برما میں مسلمانوں پر وحشی بدھ درندوں کی جانب سے مظالم کے پہاڑ گرائے گئے تو اسلامی دنیا کے حکمرانوں میں طیب اردگان واحد حکمران تھے جنہوں نے جا کر مظلوم برمی مسلمانوں کی دادرسی اور انہیں امداد دینے کے لئے اپنی اہلیہ کے ساتھ برما گئے جہاں انہوں نے مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم دیکھ کر تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اتنے مظالم کہ انسانیت شرما گئی لیکن طیب اردگان کے علاوہ کسی مسلم حکمران نے اس واقعے کا سرکاری سطح پر نوٹس نہیں لیا۔

اسی طرح مصر میں جب امریکہ، مغرب اور اسرائیل کے اشارے پر مصری سیکولر ظالم فوج نے مصر کے منتخب حکمران محمد مرسی کی حکومت کا تختہ الٹ کر مارشل لاء لگایا اور پھر مرسی کی حمایت میں مظاہرے کرنے والے ہزاروں مظلوم نہتے مسلم شہریوں پر ظالمانہ حملے کر کے ہزاروں شہریوں کو قتل کیا جس پر تمام مہذب دنیا نے خاموشی اختیار کی لیکن ایک بار پھر طیب اردگان نے کلیدی کردار ادا کرتے ہوئے مصری فوج کے اس ظالمانہ اقدام کے خلاف آواز اٹھائی اور مصر میں مارشل لاء کے اس غیر قانونی اور غیر جمہوری اقدام کی کھل کر مخالفت کی۔

مختصراً یہ کہ موجودہ اردگان کی موجودہ حکومت کی خارجہ پالیسی امریکہ، مغربی دنیا اور سرائیل کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں اور وہ ضرور اس حکومت کے خاتمے کے لئے منصوبے بنائیں گے۔

طیب اردگان کی کمزوری یہ ہے کہ اسے اسلامی معاشرے کی تشکیل اور اسلامی دنیا کے ساتھ قریبی تعلقات اور روابط استوار کرنے کے جرم کی پاداش میں امریکہ، مغربی دنیا اور اسرائیل کے رد عمل کا سامنا ہو گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ طیب اردگان کا بڑا جرم اقتصادی بغاوت ہے۔

محترم قارئین کو معلوم ہو گا کہ عالمی بینک اور آئی ایم ایف وہ بین الاقوامی ادارے ہیں جن پر یہود کا قبضہ ہے، یہ ادارے دنیا کے بیشتر ممالک کو سود پر قرضے دے رہے ہیں جس کے باعث پر وہی ممالک ان اداروں کی غلامی قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں پھر ان ممالک کے قوانین میں تبدیلی بھی ان دو اداروں کی مرضی سے کی جاتی ہے، تیل، بجلی، گیس اور اس طرح کی دیگر چیزوں کی قیمتیں پھر ان کی مرضی سے مقرر کی جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ معاشی طور پر غلام ہیں یہود چاہتے ہیں کہ ان کی چالوں میں دنیا پھنس جائے، لیکن طیب اردگان نے ترکی کو ان کی غلامی سے آزاد کر کے مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں انہوں نے اقتصادی لحاظ سے اتنی ترقی کی کہ اب ترکی عالمی مالیاتی بینک اور آئی ایم ایف کا ایک روپیہ بھی مقروض نہیں۔

اس لئے ترکی میں مصر جیسے حالات پیدا کرنے اور طیب اردگان کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے کمال ازم کے تمام سازشی عناصر اور مغربی این جی اوز کے مکار کارندے متحرک ہو چکے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اتنی دلیری سے امریکہ اور مغربی سفارت کار ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

چند ماہ قبل بھی اردگان حکومت کے خلاف ترکیوں کو اکسانے کی کوشش کی گئی، استنبول میں ایک پارک کو منہدم کرنے اور اسلامی خلافت کی فتح کی نشانی اور تجارتی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا گیا لیکن وہ منصوبہ اس لئے ترک کیا گیا کہ مظاہروں میں صرف سیکولر ذہن کے حامل چند ہزار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شامل ہو رہے تھے، ترکی کے متوسط طبقے جو طیب اردگان کے حامی ہیں نے اس احتجاج میں شرکت نہیں کی، لیکن اب صورتحال اس لئے باعث تشویش ہے کہ حکومت میں شامل فتح اللہ گولن پارٹی بھی اردگان کے مخالفین کے ساتھ مل

کابل

A

طورخم

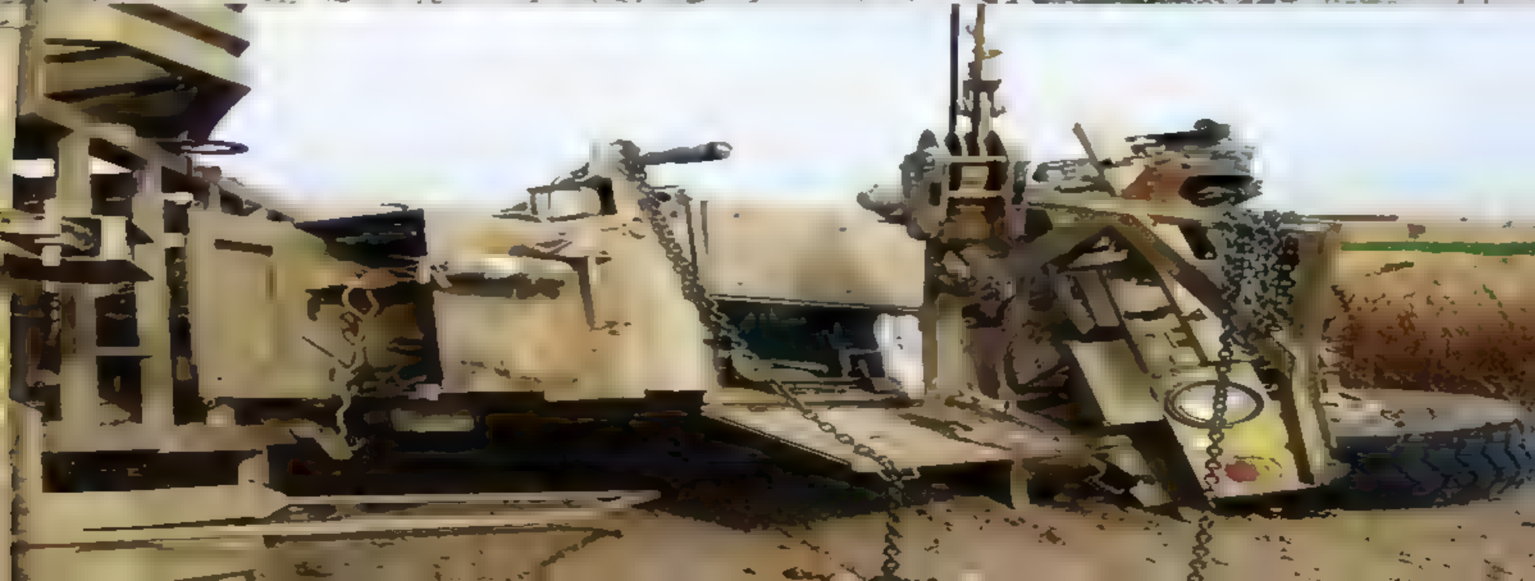

گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ طیب اردگان نے جس طرح ملک کی اقتصادی حالت بہتر کرنے کے لئے سنجیدگی سے اقدامات اٹھائے ہیں اسی طرح ملک کے تعلیمی نظام میں اصلاحات لانے کے لئے بھی انقلابی اقدامات اٹھا رہے ہیں، پہلے ایک کلاس میں ساٹھ بچے پڑھتے تھے اب ایک کلاس میں تیس بچے پڑھ رہے ہیں اور طیب اردگان کا عزم ہے کہ ایک کلاس میں بیس بچے زیر تعلیم ہوں تاکہ نہ صرف استادان کی صحیح تربیت کرسکے بلکہ سرکاری تعلیمی اداروں کا معیار بلند کرکے پرائیوٹ تعلیمی اداروں کا سدباب کیا جاسکے۔ ترکی حکومت نے نومبر میں پرائیوٹ تعلیمی اداروں کی بندش کا فیصلہ کیا ہے جس میں ترکی عوام کے مفادات مضمر ہیں، ہاں البتہ گولن اور اس پارٹی کی ذاتی مفادات کو نقصان ضرور پہنچے گا کیونکہ فتح اللہ گولن خدمت موومنٹ کے نام پر ایک بڑی تعلیمی این جی او کی سربراہی کررہی ہے۔ ترکی اور دیگر اسلامی ممالک میں ہزاروں اسکول اس کے زیر اہتمام چل رہے ہیں اس کے ذریعے گولن پارٹی کے بڑے رہنما سالانہ اربوں ڈالر کمارہے ہیں، گولن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ لوگوں کو خود ایک فلسفی اور اسلامی علوم کے ماہر کے طور پر پیش کرے اور دنیا بھی اسے اسی صفت سے پہچانے، لیکن ۱۹۹۰ سے اس نے ترکی اور اسلامی دنیا کو خیرباد کہہ کر امریکہ میں قیام اختیار کرلی ہے اور اسرائیل کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنائے ہیں، اس لئے ترکی کے عوام اسے شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اب اس حساس مرحلے پر اس کی جانب سے طیب اردگان کی حکومت کے خلاف آواز بلند کرکے شک یقین میں بدل گیا۔

گولن تنظیم کے بہت سے کارکن پولیس اور عدالتوں میں تعینات ہیں اس لئے موجودہ کشمکش میں ان دونوں اداروں میں گولن کے لوگوں نے مسئلہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اس حوالے سے غیر ضروری طور پر تشدد سے کام لیا اور اپنی بدنیتی کا برملا اظہار کیا یہاں تک کہ قانون کو بھی پاوں تلے روندا مثلاً پولیس گھروں پر چھاپے مار کر مشکوک افراد کو حراست میں لے رہی تھی جس پر حکومت نے حکم جاری کیا کہ اپنے آفیسر کی اجازت کے بغیر پولیس کو کسی کے گھر پر چھاپہ مارنے کی اجازت نہیں ہے لیکن عدالت نے حکومت کے اس حکم کو کالعدم قرار دیکر پولیس کو اپنے آفیسر کے بغیر چھاپے مارنے کی اجازت دے دی۔

اسی طرح طیب اردگان کا صاحبزادہ اور صاحبزادی جو ایک پرائیوٹ ادارہ چلارہے ہیں اور حکومت میں ان کا کوئی عہدہ نہیں اور نہ ہی موجودہ کشمکش میں ان کے ہاتھ کارفرما ہیں پھر بھی بلال اردگان کو عدالت طلب کیا گیا لیکن جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ شرمناک عمل تھا ان کو بدنام کرنے کے لئے عدالت نے کیس کی سماعت کئے بغیر اخبارات کو ایک اشتہار جاری کیا تاکہ نہ صرف انہیں بدنام کیا جاسکے بلکہ طیب اردگان پر بھی دباؤ ڈالے۔ وزیر داخلہ معمر گولر کے بیٹے بارلیس گولر اور وزیر خزانہ ظفر چالیان کے بیٹے کان چالیان جو بدعنوانی میں مجرم قرار دیئے گئے، ان مذکورہ دونوں وزراء نے استعفی دیدیا، اس لئے مغربی میڈیا میں شور مچایا گیا کہ ان وزراء کے استعفی کے بعد طیب اردگان بھی مستعفی ہو جائیں۔

گولن سے تعلق رکھنے والے ججوں اور پولیس آفیسروں نے چودہ ماہ قبل طیب اردگان کی حکومت، وزراء اور پارلیمنٹ کے ممبران کے خلاف منصوبہ بندی شروع کی تھی، چونکہ بلدیاتی انتخابات کے لئے دو ماہ رہ گئے اس لئے پولیس اور ججوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اردگان کی حکومت بدعنوانی میں ملوث ہے اور اس حکومت کے ۲۲ ممبران نے باہمی ملی بھگت سے کرپشن کے لئے راہ ہموار کی ہے حالانکہ ان ۲۲ افراد میں سے اکثریت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے اور کیا ہو رہا ہے؟

لیکن طیب اردگان نے اس سازش کے خلاف شدید ردعمل کیا اظہار کیا انہوں نے اس سازش میں پولیس کا کردار شرمناک قرار دیا اور واضح کیا کہ اس میں غیر ملکی عناصر اور ان کے ملکی ایجنٹوں کا ہاتھ کارفرما ہے جن کا مقصد مارچ میں منعقد ہونے والے بلدیاتی انتخابات سے قبل ہمیں بدنام کرنا ہے، انہوں نے برملا کہا کہ وہ ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے جو تفتیش اور تحقیق کے نام پر ہماری حکومت کا خاتمہ چاہتے ہیں، انہوں نے یورپی ممالک کے سفیروں کو بھی خبرداری دی کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش نہ کریں، انہوں نے یہ بھی دھمکی دی کہ جو سفیر ان کی حکومت کے خلاف عوام کو اکسانے میں ملوث پایا گیا تو وہ ملک سے باہر نکالا جائے گا۔

ترکی کی فوج کی تاریخ اسلام پسندوں کو کچلنے اور مارشل لاء لگانے سے بھری پڑی ہے، لیکن طیب اردگان کے گیارہ سالہ دور اقتدار کے دوران فوج کا بھیانک چہرہ عوام کے سامنے بے نقاب ہوا اور اس کی حیثیت کو برا دھچکہ پہنچا اس لئے موجودہ کشمکش کی صورتحال میں وہ غیر جانبدار رہنے کی کوشش کررہی ہے مگر یہ احتمال موجود ہے کہ وہ حکومت مخالف قوتوں کا ساتھ دے۔ لیکن اب یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ مغربی دنیا کی پشت پناہی سے سازش کرنے والے مخالفین اپنے مذموم عزائم میں کامیاب ہو جائیں گے یا طیب اردگان انہیں شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

افغان حکومت کا مستقبل۔۔۔؟

اس وقت ملک کے کونے کونے سے ایک سوال کی گونج سنائی دے رہی ہے کہ افغانستان سے اس سال کے آخر میں امریکی اور نیٹو افواج کے انخلاء کے بعد کیا ہوگا؟ کیا کٹھ پتلی افغان حکومت کا بوسیدہ ڈھانچہ زمین بوس ہو جائے گی؟ طالبان دوبارہ بر سر اقتدار آسکتے ہیں؟

کیا غیر ملکی افواج کے سہارے قائم افغان حکومت اور افغان فورسز اتحادیوں کے انخلاء کے بعد درپیش چیلنجز اور کنٹرول سنبھالنے میں کامیابی حاصل کر پائیں گی؟ کیا طالبان دوبارہ برسر اقتدار آسکتے ہیں جس طرح وہ 1996 سے 2001 تک برسر اقتدار تھے؟

مغربی مبصرین جو اکثر امریکی اور مغربی اہداف اور عزائم کی تکمیل کے لئے کام کر رہے ہیں ان کے نزدیک امریکی اور نیٹو فورسز کے انخلاء کے بعد طالبان کی کامیابی کے امکانات زیادہ ہیں، وہ یہ بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ طالبان ماضی کی بہ نسبت زیادہ تربیت یافتہ ہو چکے ہیں، جدید ہتھیاروں سے لیس امریکی اور نیٹو فورسز کو شکست سے دوچار کرنا اس کی مثال ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان کی جنگی مہارت اور تجربے میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے اور وہ اپنی کامیابی کے لئے پرامید نہیں بلکہ انہیں اپنی کامیابی کی یقین ہے۔

دوسری جانب افغان نیشنل آرمی اور پولیس جن کی تربیت پر بھاری اخراجات آئے اور انہیں ہر قسم کی سہولیات فراہم کی گئیں، فحاشی کے لئے بھی انہیں سہولیت فراہم کی گئی ہے، جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں اس کے باوجود ان کے حوصلے اتنے بلند دکھائی نہیں دے رہے، جس کی توقع کی جارہی تھی، وہ طالبان کے حملوں کا سامنا کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور جب بھی طالبان اور ان کے درمیان لڑائی ہوتی ہے تو ان کے نقصانات زیادہ ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جذبے سے نہیں لڑ رہے بلکہ بادل ناخواستہ اور مجبور ہو کر لڑتے ہیں ان کی ایک بڑی تعداد منشیات کے عادی بھی ہو چکی ہے، ان کی پشت پر امریکہ کھڑا نہ ہو تو وہ جنگ نہیں لڑ سکتے، وہ کوشش کرتے ہیں کہ جنگ کے میدان سے کسی بہانہ نکل جائیں۔

جب کہ طالبان کے حوصلے اتنے بلند ہیں کہ وہ لڑائی کے لئے دیوانہ وار منتظر رہتے ہیں، میدان جنگ سے فرار ہونا ان کے نزدیک بہت بڑا جرم اور گناہ کبیرہ ہے، وہ اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد کرتے ہیں، بلکہ وہ تو فدائی حملوں کے لئے بارودی مواد اپنے جسم سے لگا کر ہنستے ہوئے امریکی اور نیٹو فورسز کے فوجی اڈوں کے اندر گھس جاتے ہیں، وہاں جا کر سامنے سامنے ان پر کاری ضرب لگاتے ہیں ان پر تابڑتوڑ حملے کرتے ہیں کابل کے وسط میں صدارتی محل، سی آئی اے کے مرکز اور ملک کے طول و عرض میں سخت ترین سیکورٹی انتظامات کی رکاوٹیں عبور کر کے قابض افواج کے فوجی اڈوں کے اندر ان پر قیامت برپا کرتے ہیں وہ ہزاروں ٹن بارود سے بھری گاڑی اور ٹرک میں بیٹھ کر اتحادی افواج پر حملہ آور ہوتے ہیں ان کے سامنے افغان فورسز کی کیا حیثیت ہے، وہ تو طالبان کا نام سن کر پیچھے بھاگتے ہیں، وہ ہرگز طالبان کا سامنا نہیں کر سکتے۔

ان تمام عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے مغربی قوتیں پریشان اور تشویش میں مبتلا ہیں، انہیں ڈر ہے کہ طالبان دوبارہ برسر اقتدار آسکتے ہیں، اگر طالبان کو اقتدار میں آنے کی کامیابی ملی تو تیرہ برس کے دوران ان کی تمام تر کوششیں ضائع ہو جائیں گی، ان کی کوشش یہ ہے کہ وہ افغانستان سے واپس جاتے ہوئے اپنے ساتھ کامیابی کا پیغام لے کر جائیں، وہ دنیا کو یہ باور کرانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں کہ افغانستان پر ان کے حملے کا موقف ٹھیک تھا تاکہ اسے پذیرائی مل جائے۔ وہ خود کو انسانی حقوق کے علمبردار قرار دے رہے ہیں وہ میڈیا کے ذریعے سروے رپورٹ شائع کر رہے ہیں کہ افغان عوام ان کے انخلاء کے حق میں نہیں ہیں، وہ مختلف طریقوں سے یہ تاثر عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کی واپسی کے عمل سے افغان عوام ناخوش ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ افغان عوام کی اکثریت ان کے انخلاء

پر خوشی کا اظہار کررہی ہے، ان کی جانب سے کئے گئے سروے میں بھی افغانوں کی اکثریت نے انخلاء پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور مزید ان کے ٹھہرنے سے مخالفت ظاہر کردی ہے، افغان عوام کو یہ احساس ہے کہ غیر ملکیوں کو ان کی ترقی سے کوئی سروکار نہیں، وہ ملک کے اندر جنگ اور لڑائی چاہتے ہیں وہ افغانوں کی ترقی کے لئے کبھی نہیں سوچتے اور نہ ہی عملی طور ترقی کے لئے گزشتہ تیرا برس کے دوران کچھ کیا ہے، افغان عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اتحادیوں کے انخلاء کے بعد ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا، معیشت ترقی کرے گی، ملک کے اندر خوشحالی آئے گی، بدامنی ختم ہوجائے گی، وہ سمجھتے ہیں کہ اتحادیوں کے انخلاء سے ان پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا، سروے میں عوام نے یہ بھی بتایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ جلد غیر ملکی افواج نکل جائیں کیونکہ ان کی موجودگی میں وہ خوف محسوس کرتے ہیں اور ان کے گھروں پر چھاپے مارے جارتے ہیں ان کے انخلاء سے وہ مطمئن ہورہیں گے۔

افغان عوام کے نزدیک یہ بات جھوٹ ہے کہ غیر ملکی ان کے مستقبل کی ترقی کے لئے کردار ادا کریں گے، ان کے انخلاء سے افغان عوام خود مختار ہوکر پرامن زندگی کی طرف لوٹ جائیں گے انشاء اللہ، افغان عوام کی اکثریت غربت کا شکار ہے لیکن وہ خوددار قوم ہے، وہ اپنے ملک کے اندر غیر ملکی افواج سے نفرت کرتی ہے اور ان کا انخلاء اپنے لئے خوشخبری سمجھتی ہے۔

یہ میڈیا کا پروپیگنڈہ ہے اتحادیوں کے انخلاء کے بعد افغان عوام کو طالبان سے کوئی خطرہ نہیں، البتہ جو لوگ ملک کے مجرم ہیں، ان کے ہاتھ عوام کے خون سے رنگین ہیں، وہ ضرور خوف محسوس کررہے ہیں وہ صرف طالبان سے نہیں بلکہ عوام کے احتساب سے بھی ڈر رہے ہیں، طالبان نے ماضی میں بھی اسلامی نظام قائم کیا تھا اور اب دوبارہ برسراقتدار آنے کے بعد پھر اسلامی حکومت قائم کریں گے جو افغان عوام کا دیرینہ مطالبہ ہے، اسی نظام کے قیام کے لئے افغان عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور یہی ان کی تمنا ہے۔

ظاہر ہے طالبان نے امریکی اور نیٹو افواج کے ساتھ گزشتہ تیرہ برس کے دوران مزاحمت کرکے انہیں شکست سے دوچار کردیا تو افغان فورسز کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے، وہ طالبان کے تابڑ توڑ حملوں اور فدائی آپریشنوں کا کیا مقابلہ کرسکتی ہیں؟

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ 1996 کے مقابلے میں اب طالبان زیادہ پرجوش دکھائی دے رہے ہیں اور منظم ہوچکے ہیں، ان کی تربیت ہوچکی ہے، وہ تربیت یافتہ بھی ہیں اور منظم بھی ہیں اور افغان عوام ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کررہے ہیں۔

طالبان کی ایک بڑی کامیابی یہ بھی ہے کہ ملکی وغیر ملکی تمام دشمن قوتیں میڈیا کے بل بوتے پر ہاری ہوئی جنگ کو کامیابی کے طور پر پیش کرنے کی کوششیں کررہی ہیں لیکن طالبان نے میڈیا کے محاذ پر بھی انہیں شکست دیدی، بی بی سی کے نامہ نگار نے حال ہی میں طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد سے انٹرویو کیا ان کا کہنا ہے کہ امریکیوں کے نزدیک افغانستان میں طالبان ترجمان "مجاہد" ایک شخص نہیں بلکہ ان کے نام سے کئی افراد موجود ہیں، لیکن میں نے جس شخص کے ساتھ انٹرویو کیا ہے ان کے ساتھ چار سال قبل بھی میں نے انٹرویو کیا گیا تھا نہیں وہ چار سال قبل کا انٹرویو اور اس دوران ان کے ساتھ کی گئی گفتگو یاد تھی، اس وقت جب وہ میرے ساتھ گفتگو کررہے تھے اس کے اوپر ایک امریکی جہاز بھی گزر گیا۔

یہ اس شخص کی گواہی ہے جو طالبان کے حامی نہیں بلکہ امریکہ اور نیٹو افواج کے ہمدرد ہے، وہ کہتا ہے کہ جب میں نے مجاہد سے پوچھا کہ کیا طالبان دوبارہ برسراقتدار آنے کے لئے پرامید ہیں؟ تو ان کا جواب تھا کہ آپ افغان عوام سے پوچھے کہ وہ کیوں طالبان کی حکومت چاہتے ہیں، طالبان کی دور حکومت میں ایک مثالی امن قائم تھا، اسلامی نظام کی بدولت عوام کے حقوق محفوظ تھے، عادلانہ نظام قائم تھا۔

یہ ایک چھوٹی سی مثال میں نے پیش کی کہ طالبان منظم ہیں اور دوبارہ فاتح ہوکر برسراقتدار آرہے ہیں، آئے روز انہیں کامیابیاں مل رہی ہیں، جب ملک سے قابض افواج نکل جائیں گی اور ملک آزاد ہوگا تو ظاہر ہے حق حکمرانی بھی انہی کا حق بنتا ہے، جنہوں نے ملکی سرزمین کے دفاع کے لئے خون کی ندیاں بہائیں، دنیا کی فرعونی قوت کو ذلت آمیز شکست دی۔ یہ ان کا حق نہیں جنہوں نے قابض افواج کے ساتھ مل کر ملک کو تباہ و برباد کیا، ملک کو لوٹا، عوام پر مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اسلامی نظام کو ختم کرنے اور ملک کو غیروں کے قبضے میں دینے میں مدد فراہم کی، وہ اللہ، اسلام، عوام، ملک اور تاریخ کے دشمن ہیں جنہیں معاف نہیں کیا جاسکتا۔

❖❖❖

اکرم تاشفین

حضرت شاہ ولی اللہ

ایک انقلابی مصلح اور مجدد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ تمام اہل کتاب یہودی، عیسائی اور مسلمان سب ان کا احترام کرتے ہیں۔اسی طرح جنوبی ایشیائی خطے خصوصا برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ کو یہ مقام حاصل ہے کہ یہاں کے تقریبا تمام مکاتب فکر میں ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ان کے افکار اور فلسفے پر بحث کی جاتی ہے اوران کے افکار پر تفصیلی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔

پیدائش، وفات، سلسلہ نسب اور مختصر تعلیمی زندگی:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا اصل نام ان کے والد نے قطب الدین رکھا جو مشہور نہ ہوسکا۔والد کا نام شاہ عبدالرحیم تھا۔آپ کی پیدائش 1703ء اور انتقال 1762ء میں ہوا۔دادھیالی رشتے میں تینتیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے۔ جبکہ ننھیالی رشتے میں حضرت امام موسی کاظم رحمہ اللہ آپ کے جد امجد ہیں۔اس لحاظ سے آپ دونوں رشتوں میں نجیب الطرفین ہیں۔آپ عربی الاصل ہیں مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کب آپ کا خاندان حجاز سے ہندوستان آیا اور دہلی میں مقیم ہوگیا۔ چھبیس ویں پشت میں آپ کے جد امجد ہمایوں نام کے ہیں جس سے مؤرخین نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آپ کا خاندان بہت پہلے ہندوستان آیا تھا۔حضرت شاہ ولی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم بلکہ 17 سال کی عمر تک مروجہ نصاب کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔پندرہ سال کی عمر میں تصوف کے میدان میں قدم رکھا اور اپنے والد سے بیعت ہوئے۔تصوف کے اسباق اور اصلاح بھی اپنے والد سے لیتے رہے۔سترہ سال کی عمر تک آپ ظاہری و باطنی دونوں علوم میں کافی استعداد حاصل کرچکے تھے۔سترہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد مزید علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے لیے آپ حجاز چلے گئے۔آپ نے حدیث کی اجازت اس سے قبل ہندوستان ہی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی حجاز میں اپنے وقت کے علم حدیث کے سب سے بڑے استاد شیخ ابوطاہر کردی رحمہ اللہ سے اجازت حدیث کی تجدید فرمائی۔1145ھ میں وہ واپس ہندوستان آئے۔ سلسلہ صوفیاء میں انہوں نے اپنے والد سے نقشبندیہ کے اشغال اختیار کیے۔ حجاز میں شیخ ابوطاہر رحمہ اللہ کردی کے ہاں اجازت حدیث کے ساتھ انہوں نے تصوف کے اسباق میں بھی کمال مہارت حاصل کی۔چونکہ شیخ ابوطاہر کا سلسلہ تصوف کے تمام سلسلوں کو حاوی تھا اس لیے ان کے ہاں سے آپ تمام سلسلہائے تصوف سے خوب فیض یاب ہوئے۔

عملی زندگی کا آغاز:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ جب ہندوستان لوٹے تو آپ کو علوم ظاہری و اصلاح باطنی میں بھرپور کمال حاصل ہوچکا تھا۔ہندوستان آکر آپ نے مسلمانوں کی اجتماعی صورتحال کا جائزہ لیا۔اورنگزیب عالم گیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت کے پایہ تخت میں اضمحلال آگیا تھا۔مغل فرمانروا کی حکومت دہلی تک سمٹتی جارہی تھی۔ہندوؤں میں سے مرہٹہ وہ قوم تھی جو سیاسی لحاظ سے دن بدن مضبوط ہوتی جارہی تھی اور وہ آہستہ آہستہ دہلی کی جانب پیش قدمی کرنے لگے تھے۔ادھر مسلمانوں کی انفرادی صورتحال بھی ان کے سامنے تھی ۔مسلمانوں میں اخلاقی انحطاط روز بروز بڑھتا جارہا تھا۔ہندوؤں کے ساتھ میل جول اور رہن سہن زیادہ ہونے کی وجہ سے خالص توحید اور خالص اسلام مٹتا جارہا تھا اور اس کی جگہ مسلمانوں کی زندگیوں میں ہندوانہ رسومات داخل ہونے لگے تھے۔علماء میں مداہنت فی الدین اور عوام میں بدعات و منکرات پھلتے پھولتے جارہے تھے۔رہی سہی کسر جاہل صوفیا نے پوری کردی تھی جن کی وجہ سے تصوف اور دین داری میں بدعات کے بڑے دروازے کھل گئے تھے۔اصلاح ظاہر و باطن کی بجائے تصوف نذرانوں اور ارادت مندوں کے

ہجوم کا نام بن گیا تھا۔ تصوف لوگوں کی اصلاح کی بجائے تخریب دین وافساد ظاہر و باطن کا کام کر رہا تھا۔ ہندوستان کے مسلمان دن بدن حقیقی اسلام سے دور اور ضلالت کی وادیوں کی جانب پھسلتے جا رہے تھے۔ ایسے حالات میں پھر کسی مجدد کا اٹھنا ایک ناگزیر ہو گیا تھا۔ اللہ تعالی نے اس دین کی حفاظت کا جو وعدہ کیا ہے ایسے حالات میں ایک بار پھر ضرورت تھی کہ اللہ کا یہ مقرر کردہ قانون حرکت میں آئے۔

اصلاحی تحریک کا آغاز:

ایسے حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس دین کی تجدید اور اسلام کو رطب ویابس سے پاک کرنے کے لیے اٹھے۔ ان کی برخاست کوئی حادثاتی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ الٰہی قانونِ تجدید کا فیصلہ تھا۔ انہیں اللہ تعالی نے اس کام کے لیے باقاعدہ منتخب کیا تھا اور انہیں اس کی باقاعدہ ذمہ داری عطا کی گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں اس جانب اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے اس واقعے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

" ایک روز میں بعد عصر کے متوجہ الی اللہ بیٹھا ہوا تھا دفعتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے ظہور فرمایا اور اس نے مجھ کو اوپر کی جانب سے ایسا ڈھانپ لیا کہ گویا کسی نے مجھ پر کوئی کپڑا اڈال دیا ہو۔ اس حالت میں مجھ پر القا کیا گیا کہ یہ کسی امر دینی کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت میں نے اپنے سینے میں ایک نور پایا جس میں وقتاً فوقتاً ہمیشہ کشادگی بڑھتی رہی۔ پھر چند روز کے بعد الہام ہوا کہ اس صاف اور روشن امر کے لیے میرا آمادہ ہونا تقدیر الٰہی میں قرار پا چکا ہے۔ اور مجھ کو یہی معلوم ہوا کہ اپنے پروردگار کے انوار سے تمام زمین منور ہو گئی۔ غروب کے وقت روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا ہے اور شریعت مصطفوی اس زمانہ میں بدیں وجہ کہ دلائل وسیع و مکمل لباس میں ظہور فرما ہونے کو ہے سراپا نور ہو گئی۔ اور اس کے بعد میں ایک زمانہ میں مکہ معظمہ میں وارد تھا۔ وہیں میں نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ ان دونوں نے مجھ کو ایک قلم عطا فرما کر کہا کہ یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے"۔

حضرت شاہ رحمہ اللہ کو اس کام کے لیے منتخب کیا جانا کوئی عجیب بات بھی نہیں۔ بچپن ہی سے ان کی تعلیم و تربیت کا جو قدرتی اہتمام کیا گیا تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ بالکل کوئی خلاف توقع نہیں۔ پانچ سال کی عمر میں جب بچہ اپنا نام ٹھیک طرح سے نہیں جانتا انہیں بسم اللہ کرائی گئی۔ عمر کے ساتویں سال قرآن مجید کی تعلیم اور پھر فارسی کتب اپنے والد سے پڑھنا شروع کیں۔ اس کے بعد علوم عربیت کی جانب متوجہ ہوئے اور اس سرعت سے یہ سفر طے کیا کہ عمر کی دسویں سال تک شرح ملا تک پہنچ گئے۔ پندرھویں برس تفسیر بیضاوی کا درس ان کو ملنے لگا۔ الغرض فقہ، حدیث، تفسیر معانی، بیان، اصول، عقائد، تصوف، منطق، کلام اور فلسفہ کی درسی کتابیں اور علم طب، علم ہیئت اور علم الحساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار سے بخوبی پڑھے۔ عمر کے سترھویں برس میں آپ نے مسند درس سنبھال لیا۔

یہ تو علمی سفر کی تیز رفتاری کا عالم تھا۔ اصلاح نفس اور تقوی و تصوف کے میدان میں بھی آپ کو کمال ترقی سے نوازا گیا تھا۔ پندرہ برس کی عمر جس میں ایک عام بچہ سن بلوغ کو پہنچتا ہے اور ابھی دین و دنیا کے معاملات میں فرق سمجھنے کی کوشش کرتا ہے آپ اپنے والد سے باقاعدہ بیعت ہو گئے اور والد سے اصلاحی اسباق لینے شروع کر دیے۔ محض دو سال کے عرصے میں سترہ سال کی عمر تک جب آپ نے مسند درس سنبھالا آپ نے عرفان کے اعلی مدارج طے کر لیے تھے اور آپ کو اپنے والد کی جانب سے بیعت وارشاد کی باقاعدہ اجازت مل گئی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کی شخصیت میں اس قدر علمی ترقی و کمال للبیت جمع کرنے کا الٰہی اہتمام مستقبل میں ایک بڑے کام کی جانب اشارہ تھا۔ ان کی اپنی تحریرات سے ملنے والے اشارات کے مطابق اللہ تعالی نے انہیں علم لدنی اور غیبی علم بھی عطا فرمایا تھا۔ انہیں اسرار دین کا علم اللہ تعالی نے دیا تھا اور اسی کو انہوں نے تمام علوم کی جڑ بتایا۔ حجۃ اللہ البالغہ میں انہوں نے اپنے انہیں علوم کی درافشانی کی ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی ساری تصانیف میں ایسے ہی اسرار و رموز کی رہنمائی کی گئی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، فلسفہ سبھی علوم میں کام کیا۔

حضرت شاہ صاحب کی ہمہ پہلو اصلاحی تحریک:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جب اصلاحی تحریک کی نیو اٹھائی تو آپ نے جیسا کہ ایک مجدد کے شایان شان ہوتا ہے مسلمانوں کے تمام طبقات پر نظر ڈالی۔ برائی کے خلاف ہر محاذ پر بیک وقت کام شروع کیا۔ علمی لحاظ سے بھی آپ نے تجدیدی کارنامے انجام دیے اور عملی لحاظ سے بھی۔ اصلاحی حوالے سے علمی میدان میں آپ کا کمال یہ تھا کہ آپ نے لوگوں کی توجہ دین شریعت کے اولین مآخذ قرآن و حدیث کی جانب مبذول کرائی۔ ان

کے زمانے میں علماء اور عوام میں فقہ اور تصوف کی جانب توجہ اس قدر بڑھ گئی تھی کہ قرآن وحدیث پر انہیں ترجیح دی جارہی تھی۔ شریعت کے ثانوی مآخذ پر لوگوں کی توجہ زیادہ تھی آپ نے اس جمود کو توڑا اور قرآن وحدیث کے علوم کو اجاگر کیا۔ اسی لیے سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا۔ اصول تفسیر پر بھی نہایت قیمتی کام کیا۔ اس کے علاوہ حدیث اور علم حدیث پر کام کیا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر کہا علمی اصلاح کے ساتھ ساتھ عملی اصلاح کی جانب بھی آپ نے بھرپور توجہ دی۔ آپ صرف ایک فلسفی اور دانشور نہیں تھے جو خیالات کے طویل تانتے باندھتے، انتہائی باریک نکات نکالے مگر عمل میں خود صفر نظر آئے۔ آپ نے اپنی ذات کی اصلاح کے ساتھ عام لوگوں کی معاشرتی صورتحال سے لے کر ملک کے سیاسی منظر نامے تک سب پر نظر رکھی۔ اور اس کے لیے ایک چومکھی جنگ کا آغاز کیا۔ سیاسی صورتحال کو درست کرنے کے لیے آپ نے بادشاہ کو بیدار کرنا چاہا اور بادشاہ کو خطوط لکھے۔ مگر افسوس بادشاہ نے اس جانب کوئی توجہ نہ دی۔ مسلمانوں کو سیاسی زوال کی جانب بڑھتا دیکھ کر آپ نے خود ہی کوئی قدم اٹھانا اچھا سمجھا۔ اس وقت وطن عزیز افغانستان پر معروف مجاہد بادشاہ احمد شاہ ابدالی کی حکومت تھی۔ آپ نے شاہ احمد شاہ ابدالی کو خط لکھ کر انہیں ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کے لیے پکارا۔ احمد شاہ ابدالی نے انہیں کی دعوت پر ہندوستان پر حملہ کیا اور مرہٹوں کو شکست دے کر ان کی قوت ختم کردی جس کی وجہ سے آئندہ ہندوؤں کو سیاسی لحاظ سے سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ برصغیر کی تاریخ میں اسے پانی پت کی تیسری جنگ کہا جاتا ہے۔ جس نے ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا۔

علماء اور واعظین کی اصلاح کے لیے آپ نے اصلاحی کتب تصنیف کیں۔ علماء کو قرآن وحدیث سے رشتہ منسلک کرکے فقہ کی روشنی میں اصلاح احوال کی کوشش کرنے کی تلقین کی۔ من گھڑت قصے سنا کر محض خوش الحانی وخوش بیانی سے لوگوں کی واہ واہ سمیٹنے سے منع فرمایا۔ اس زمانے میں عوام میں جہالت بہت عام تھی۔ بے عملی اور سستی نے انہیں دین سے دور کررکھا تھا۔ ایک بڑی خرابی یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ہندوؤں کے ساتھ اختلاط بہت زیادہ تھا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی زندگیوں میں بھی ہندوانہ رسومات داخل ہوگئے تھے۔ رفتہ رفتہ دین کی اصل شکل مٹتی جارہی تھی اور مسلمانوں کے دین میں ہندوانہ رسومات دین کا حصہ بن کر داخل ہونے لگے تھے۔ اسلام اور ہندومت خلط ملط ہورہا تھا۔ اور وقت کے عام علماء دین اسلام کو پہنچنے والے اس عظیم نقصان سے غافل تھے۔ قریب تھا کہ ہندوستان میں اسلام کی اصل تعلیمات مٹ جائیں اور ہندوستان کے حدود میں "اسلام" "ہندومت اور اسلام کے ملغوبے سے تیار شدہ فرسودہ روایات کا نام بن جائے۔ اس زمانے میں تصلب فی الدین پیدا کرنے کے لیے قرآن، حدیث اور فقہ سے صحیح اور خالص اسلامی تعلیمات کا استخراج کرکے لوگوں کے سامنے رکھنے کی ضرورت تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے طبقہ اشرافیہ سے لے کر عام افراد تک تمام طبقات میں پھیلی ہوئی معاشرتی واخلاقی خرابیوں کا جائزہ لیا اور اس کا علاج تجویز کیا۔ امیر وغریب ہر شخص کی قلبی وروحانی بیماریوں کے علاج کا بیڑہ اٹھایا۔ امیروں اور دولت مندوں کے تکبر وغرور، جاہ پسندی، حب دنیا، آخرت سے غفلت اور غریبوں کی حب دنیا، لالچ، چاپلوسی اور عدم توکل جیسی بیماریوں کی اصلاح پر کام کیا۔ غرض ہر طبقہ کی خرابیوں کی نشاندہی کی اور ان کا تیر بہدف علاج تجویز کیا۔

ہندوستان میں اس دور میں ایک بڑا مسئلہ جاہل صوفیاء کی وجہ سے پھیلی ہوئی خرابیاں تھیں۔ ان صوفیاء نے طریقت کو شریعت سے الگ کرکے اسے حلال وحرام اور نہی عن المنکرات کے قید سے آزاد کردیا تھا۔ تصوف تمام خرابیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے پیری مریدی کے تمام سلسلوں پر غور کیا اور تصوف کو جاہل صوفیاء کے دستبرد سے نکال کر اسے شریعت کے ہم مشرب کردیا۔ عرفان، تصوف اور عشق کے ساتھ عمل، تقویٰ اور شریعت کا تلازم بیان کیا۔ اور تصوف کا اصل مقصد جو کہ فرد کی اندرونی اصلاح ہے اس پر زور دیا۔

حضرت شاہ صاحب کی سیاسی خدمات:

عوامی، معاشرتی، سماجی، اخلاقی اور نجی زندگیوں میں پھیلی ہوئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے عالمی سطح پر بھی اسلامی تعلیمات روشناس کرانے اور انہیں قابل عمل صورت میں پیش کرنے کے لیے کام کیا۔ آپ کی شخصیت پر کام کرنے والے مبصرین نے حضرت مجدد الف ثانی اور آپ رحمہ اللہ کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "حضرت شیخ سرہندی رحمہ اللہ کی اصلاحی تحریک کی زیادہ توجہ مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کے اختلاط سے پھیلی ہوئی خرابیوں پر تھی جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ کا زمانہ مسلمانوں کے

زوال کا زمانہ تھا اس لیے آپ کی توجہ اندرونی اصلاح کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی ومذہبی زوال کے اسباب اور ان کے علاج پر بھی تھی"۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے صرف ہندوستان کے نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں کی ترقی کے لیے کام کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقتصادی اور سیاسی نظام کو باقاعدہ دستوری شکل دی۔ ان کے قائم کردہ دستور اور سیاسی واقتصادی اصول ایسے تھے جن کو اگر لے کر اٹھایا جاتا تو دنیا بھر کے سیاسی واقتصادی نظاموں میں انقلاب آجاتا۔ کیوں کہ شاہ صاحب نے یہ اصول اور دستور 1789 میں آنے والے انقلاب فرانس سے نصف صدی پہلے مرتب کیے تھے۔ کمیونزم جس کے معاشی نظام کا بعد کی دنیا میں افغانستان کی پاک سرزمین پر روسی شکست وریخت کے دور تک غلغلہ رہا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ایک صدی بعد دنیا میں آیا۔ اور یورپ میں مشینی انقلاب ان کے چالیس سال بعد ظہور پذیر ہوا۔ افسوس ہے ان کی معاصر اسلامی دنیا یا بعد کے مسلم ممالک نے کمیونزم یا سرمایہ داریت کو اپنانے کی بجائے ان کے اسلامی اقتصادی نظام کو اپنانے سے گریز کیا۔ جو آج اسلامی ممالک کے زوال کا باعث بن گیا ہے۔ اسلامی نظام ریاست وحکومت پر انہوں نے نہایت بیش بہا کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء لکھی۔ یہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں ان کے بعد مسلمانوں کی جتنی اصلاحی تحریکیں پیدا ہوئیں ان سب کے بانی اول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ 1857 میں جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت مستحکم ہونے لگی تو مسلمانوں کی اس ابتری کا علاج اس سے بہت پہلے آپ رحمہ اللہ نے اپنی حیات ہی میں بیان کر دیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی اولاد کو ان کا بہترین علمی و عملی جانشین تصور کیا جاتا ہے۔ اور برصغیر میں حضرت شاہ صاحب کے فکر وفلسفے کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کا سارا سہرا ان کے بیٹوں کے سر جاتا ہے۔ خصوصاً شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ان کے فکری و علمی جانشین تھے۔ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت کے قیام کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا تھا کہ "ہندوستان اب دارالحرب بن چکا ہے"۔ حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہا اللہ کی جہادی تحریک بھی حضرت شاہ صاحب کے ہمہ پہلو اصلاحی تحریک کا ایک تسلسل تھا۔ شاہ صاحب نے جہاد کے حوالے سے حجۃ اللہ البالغہ میں باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔ جہاد کو جیسا کہ عام طور پر تشدد اور انتقام کا جذبہ کہا جاتا ہے شاہ صاحب نے انقلاب اور اصلاح کا ایک ذریعہ کہا ہے۔ جہاد کا مقصد خالص اسلام کو عروج دلانا اور کلمۃ اللہ کو اعلاء دینا ہے۔ اسلامی احکامات کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے انہوں نے جہاد کی حکمت یہ بیان کی "تاکہ فتنہ فساد باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ کا ہو جائے"۔

فک کل نظام، شاہ ولی اللہ اور ہمارے دور کے مصلحین!

اسلام کا سیاسی واقتصادی نظام مرتب کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحب نے "فک کل نظام" کا فتویٰ دیا۔ جس کا مطلب تھا تمام فرسودہ نظاموں کا خاتمہ کر کے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک نیا منصفانہ نظام قائم کیا جائے۔ شاہ صاحب ہی برصغیر کے وہ پہلے مسلم مفکر تھے جنہوں نے پہلی بار یورپی تہذیب کی خامیاں بیان کیں۔ یورپی تہذیب پر تنقید کی اور اسے مسلمانوں کے لیے خطرناک قرار دیا۔ تمام فرسودہ نظاموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا فتویٰ یوں تو انہوں نے سیاسی نظام کے بارے میں دیا تھا مگر ان کی ہر اصلاحی کوشش میں ان کا یہی طرز عمل نظر آتا ہے۔ تجدید واصلاح میں ان کا طرز عمل امام غزالی اور مجدد الف ثانی سے ملتا جلتا ہے۔ علماء، صوفیاء، امراء اور عوام کی اصلاح میں آپ نے کبھی لیت ولعل یا مصلحت سے کام نہیں لیا۔ زندگی کے ہر شعبے میں منکرات ورذائل سے پاک خالص شرعی احکامات لوگوں کے سامنے رکھے۔ کسی ایک دینی خرابی کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے کسی اور معاشی، معاشرتی اور ثقافتی خرابی پر مصالحانہ رویہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ دین کے جو احکامات جس طرح تھے اس پر عمل کرنے کو لازمی کہا۔ دین اسلام جو بدعات میں دب کر مٹتا جا رہا تھا اور اس کے اصل نقوش وآثار محو ہوتے جا رہے تھے آپ نے نئے سرے سے اس کی واضح تصویر لوگوں کے سامنے رکھی۔ "فک کل نظام" کی تلوار سے یہاں بھی ہر خرابی کا مکمل خاتمہ کیا۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ فک کل نظام ایک فتویٰ سے زیادہ ان کی اصلاحی تحریک کا نظریہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اصلاحی اور تجدیدی تحریکوں کے سرخیل ہیں۔ مگر ان کی اصلاحی تحریک کی خاصیت یہ ہے کہ انہوں نے اہل سنت والجماعۃ کے عقائد اور احکامات کی تشریح میں اپنا کوئی الگ موقف نہیں اپنایا۔ بلکہ جو تشریحات اور عقائد امت مسلمہ کے دور تابعین اور تبع تابعین سے چلی آرہی ہیں آپ نے ان سے سرمو انحراف نہیں کیا۔ سلف صالحین کے طریق کو ہی سنبھالے رکھا۔ ہمارے زمانے کی اصلاحی اور تجدیدی تحریکوں یا تنظیموں کا سانحہ یہ ہے کہ اس دور میں جتنے بھی مصلحین پیدا ہوئے

بقیہ: صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمالیں۔

اسلام کے بغیر افغانوں کے لئے کوئی دوسرا مذہب قابل قبول نہیں

تحریر : اسلم امید

حال ہی میں برطانوی میڈیا نے اعتراف کیا کہ افغانستان میں مقیم اقوام اور لوگ اسلام کے سچے وفادار ہیں اور دل میں اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ امریکی سربراہی میں مغربی استعماری قوتوں کی فوج کشی کے بعد خیال کیا جارہا تھا کہ ایک بڑی تعداد افغانی لوگ حالات کی مجبوری کی وجہ سے نعوذباللہ اسلام سے منحرف ہوجائیں گے اور دوسرے مذاہب کی پیروی اختیار کریں گے لیکن بارہ برس سے یہاں مغربی افواج قابض اور موجود ہیں لیکن بحمداللہ ایسی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ افغانوں کے لئے اسلام کے بغیر کوئی اور مذہب قابل قبول نہیں، اسی تحقیقی رپورٹ کے مطابق دیگر ایشیائی ممالک کی بہ نسبت افغانستان میں عیسائیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، ان پر واضح ہوا کہ افغانستان میں عیسائیت سمیت دیگر مذاہب کی تعلیمات کے لئے تبلیغی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی۔

برٹش خبر رساں ادارے نے عربی ویب سائٹ پر ایک رپورٹ شائع کی جس کے مطابق افغانستان میں بارہ برس سے طالبان کے خلاف جاری جنگ کے بعد امریکہ اور نیٹو کو شکست کا سامنا ہے، وہاں متعدد عیسائی مشنریاں، رفاہی اداروں اور خدمت عامہ کے پرکشش عنوانات کے پس پردہ ترویج عیسائیت کیلئے متحرک رہتی ہیں وہ بھاری اخراجات صرف کرنے کے باوجود افغانوں کو مرتد بنانے میں مایوسی کا شکار ہیں۔

خبر رساں اداروں کی رپورٹس کے مطابق گزشتہ ماہ برطانیہ نے ایک افغان باشندہ کو پناہ دی جو 2007 میں برطانیہ گیا تھا اس نے دعوی کیا کہ وہ ملحد ہوچکا ہے، اس نے برطانوی حکام سے پناہ دینے کی درخواست کی اور یہ کہا کہ اگر وہ دوبارہ افغانستان گیا تو اس کو قتل کیا جائے گا، جس پر برطانوی حکومت کی جانب سے مختصر عرصے کے لئے پناہ دی گئی، کیتھولک عیسائی فرقے نے پناہ دینے پر اعتراض کیا اور برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ملحد نظریات قبول کرنے کے بجائے عیسائیت قبول کرے لیکن اس نے انکار کردیا۔

کیتھولک فرقے نے کہا کہ جس شخص کو پناہ دی گئی ہے اور اس نے ملحدانہ نظریات قبول کرنے کا جو دعوی کیا ہے وہ صرف یہاں پناہ ملنے کی غرض اور لالچ سے کیا ہے، یہ ملحدانہ نظریات قبول کرنے کے بعد تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوسکتا ہے، خبر رساں اداروں کی رپورٹس کے مطابق برطانوی حکومت کے لئے اس افغان کے ملحدانہ نظریات اس لئے قابل اہمیت ہیں کہ اس پر انعامات کی بارش کرنے کے بعد وہ افغان نوجوانوں کو عیسائیت کی جانب مائل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ لیکن کیتھولک فرقے نے اس کو شہریت دینے کی بھرپور مخالفت کی جس کے باعث اس کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے اداروں کو مشکلات کا سامنا رہا، انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی اس کو برطانوی شہریت دینے کا مطالبہ کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ افغانستان میں مرتد کی طرح ملحد کو بھی سزائے موت دی جاسکتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس افغان شہری کو اگر برطانیہ سے ملک بدر کیا جائے تو افغانستان میں اس کو قتل کیا جاسکتا ہے، رپورٹس کے مطابق انسانی حقوق کی تنظیموں اور کیتھولک فرقے کے رہنماؤں کے درمیان یہ بحث ومباحثے ہوتے رہے جس کے بعد برطانیہ کی وزارت داخلہ نے اس ملحد افغان شہری جنیوا کنونشن کے فیصلے کے تحت پناہ دینے کی اجازت دی، لیکن اس مسئلے پر اب تک بحث ہورہی ہے، کیتھولک اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے درمیان ایک دوسرے پر تنقید کا سلسلہ زور پکڑتا جارہا ہے، افغان ملحد کے وکیل شیبو پارک کا کہنا ہے کہ پناہ دینے والے حکام تردد کا شکار ہیں کہ کسی ملحد کو کیوں پناہ دی گئی؟ کیونکہ ان کے نزدیک ملحد کا جرم مرتد سے کم ہے اور مرتد کی بہ نسبت ملحد کو قتل کرنے کے واقعات کم رونما ہوئے ہیں، رپورٹس کے مطابق اسلامی تعلیمات سے بغاوت

اختیار کرنے والے کسی افغان کو پناہ دینے کا یہ پہلا واقعہ ہے۔

برطانوی میڈیا کے مطابق افغانوں کو مرتد بنانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان کے اندر معاشرتی اقدار اور نظریات تبدیل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں، ان تمام کوششوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، رپورٹ کے مطابق افغانستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے متعدد امریکی اور مغربی تنظیمیں کام کر رہی ہیں، ایک امریکی فوجی براین بکس جو تین سال قبل افغانستان سے گیا اس نے وہاں جا کر اعتراف کیا کہ انہوں نے بڑی تعداد میں پشتو اور فارسی زبانوں میں بائبل تقسیم کئے، اسی طرح کچھ عرصہ قبل امریکی ٹی وی چینل نے کچھ ایسی تصاویر شائع کیں جن میں امریکی فوجی عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور کچھ تصاویر میں صاف دکھایا جارہا ہے کہ امریکی فوجیوں کو عیسائیت کی تبلیغ کی تربیت دی جارہی ہے۔

خبر رساں اداروں کے مطابق امریکی اور برطانوی افواج افغانستان میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہی ہیں، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود افغانوں کو عیسائی بنانے کے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں، عربی میڈیا نے بھی اعتراف کیا ہے کہ افغان معاشرے میں لوگ اسلام سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور اسلام کے بغیر کوئی اور مذہب ان کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ بی بی سی عربی نے بھی اعتراف کیا کہ افغانوں کو اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ وہ آزاد اور خود مختار ہیں، انہوں نے جہاد کے علاوہ تصوف کے ذریعے بھی اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، افغانستان ہمیشہ خود مختار ملک رہا ہے اس ملک کے باسیوں کے لئے اسلامی نظریات اور عقائد کے علاوہ اور نظریات قابل قبول نہیں، وہ ہمیشہ باطل نظریات سے برسرپیکار رہے ہیں اور اس پر وہ نازاں ہیں۔

بی بی سی عربی کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس حوالے سے افغانوں کے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں، ایشیا کے دوسرے ممالک کی بہ نسبت افغان عوام اپنی تاریخ پر زیادہ فخر محسوس کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ دنیا کی بڑی طاقتوں کو شکست دی ہے، ہمیں اپنے اسلاف اور آباء واجداد کی تاریخ اور کارناموں پر فخر ہے۔ برطانوی میڈیا نے اس رپورٹ میں سوویت یونین کی افواج کے خلاف افغان عوام کی مزاحمت، طالبان کی اسلامی حکومت کے قیام کی طرف اشارہ کیا ہے، جو اسلامی اقدار پر مضبوطی سے قائم ہے اور مزاحمت کرنے والے طالبان برتری کا احساس رکھتے ہیں۔

❖❖❖

بقیہ از: بوریاں بستر گول

لیکن وہ بھی برطانیہ کی طرح تمام وسائل منتقل نہیں کرنا چاہتا، کچھ کباڑ کرنے اور کچھ یہاں پر سستی قیمت پر فروخت کرنے میں مصروف ہے۔

بی بی سی کے رپورٹر کے مطابق امریکہ اور نیٹو نے جو فوجی اڈے خالی کر رہے ہیں اور وہاں پر افغان پولیس اور فورسز کو تعینات کیا جارہا ہے تو وہ وہاں پڑا ہوا سامان کمپیوٹر، میز، کرسیاں اور دیگر اشیا چوری کرتے ہیں۔

معروف روزنامہ "ڈیفنس انالیس" نے لکھا ہے کہ عراق کے مقابلے میں افغانستان سے فوجی انخلاء کئی زاویوں سے مشکل مرحلہ اور پیچیدہ منصوبہ ہے، روزنامہ کے چیف ایڈیٹر "فرانسیس ٹوسا" کے مطابق نیٹو افواج ایک ایسے ملک سے نکل رہی ہیں جہاں کوئی سمندری راستہ نہیں، اسی طرح عام آمدورفت کے لئے بھی کوئی سہولیات مہیا نہیں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عراق کے ساتھ افغانستان کا موازنہ کرنا احمقانہ سوچ ہے، کیوں کہ عراق میں امریکہ کے ساتھ کویت کی بندرگاہ ہے، اسی طرح آمدورفت کے لئے سہولیت موجود ہے اس لئے افغانستان سے انخلاء ڈراؤنا خواب ہے۔

بہر کیف ان تمام عوامل سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ نے چاہا تو بہت جلد افغانستان میں آزادی وخود مختاری کی نئی صبح کا آغاز ہو رہا ہے، افغانستان کی سرزمین کا دشمن بری شکست سے دوچار ہے، جلد یا بدیر وہ شرمندہ ہو کر اس کوچے سے نکل جائے گا، بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے، وہ حالت فرار میں ہے، اب اس میں یہ دم نہیں کہ وہ یہاں مزید ٹھہر جائے، وہ لاکھ کوشش کرے کہ سیکورٹی معاہدے کے نام پر یہاں چند ہزار فوجی برقرار رکھے لیکن وہ افغان عوام پر اپنی مرضی کے مطابق ناپاک عزائم مسلط نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی پیشانی سے اب شکست کا سیاہ دھبہ مٹ سکتا ہے، یہاں پر تعینات ان کی افواج بھی ذلیل ہو کر نکل جائیں گی اس کے علاوہ ان کے لئے اور کوئی راستہ اور چانس نہیں۔

"بوریا بستر گول"

تحریر: اتل

وہ وقت گزر گیا کہ جب عالمی میڈیا ہم پر نفسیاتی دباؤ اور رعب جمانے کے لئے امریکہ اور نیٹو کے مزید فوجی دستے افغانستان بھجوانے کی رپورٹس لمحہ بہ لمحہ شائع کرتا رہا جس کا مقصد افغانوں کو ڈرا دھمکا کر جہاد اور مزاحمت ترک کرنے پر مجبور کرنا تھا پھر سیاسی امور کے تجزیہ کاروں کے نام پر سی آئی اے کے تنخواہ دار غلاموں کو بٹھا کر غلط تجزیے اور تبصرے کرتے رہے، وہ یہ کہتے رہے کہ مزید تازہ دم فوجی دستوں کی آمد سے امریکی اور نیٹو افواج مزید تقویت ملے گی اور ان کے مقابلے میں طالبان کہاں لڑ سکتے ہیں؟ بعض یہ بھی فرما رہے تھے کہ امریکہ اور نیٹو کی طاقت اور قوت کے ساتھ طالبان اپنی ٹوٹی پھوٹی بندوقوں کے ساتھ کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یہ تو پہاڑ کے ساتھ سر ٹکرانا ہے افغانوں کو چاہیے کہ وہ مزاحمت ترک کر دیں کیونکہ امریکہ دنیا کی واحد سپر طاقت ہے جو چھ فٹ زمین کے اندر بھی چیز دیکھ رہا ہے اور کوئی نشانہ اس سے خطا نہیں ہو سکتا، کچھ دانشور یہ مشورہ دے رہے تھے کہ طالبان کی قلیل تعداد جو اب تک مزاحمت کر رہی ہے بہت جلد قتل یا گرفتار ہو کر ختم ہو جائیگی یہ اچھا ہو گا کہ وہ ہتھیار پھینک کر دیگر شہریوں کی طرح پر امن زندگی گزارنے کی طرف لوٹ آئیں۔

جن لوگوں کا ضمیر زندہ تھا ان کے لئے میڈیا کے ذریعے ایسے بزدلانہ پروپیگنڈہ ناقابل قبول تھا وہ ایسا پروپیگنڈہ سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، اسی لئے کئی لوگوں نے اس وجہ سے خبروں کا سننا اور پڑھنا ہی چھوڑ دیا۔

ایمانی قوت سے مالامال افغانوں کا یہ یقین اور ایمان تھا امریکہ اور نیٹو نہیں بلکہ اگر ساری دنیا کی افواج یہاں آجائیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ طاقتور قوتوں کو مظلوم لوگوں کے ہاتھوں رسوا کن شکست دی جائے، امریکہ اور نیٹو بھی ضرور افغانستان سے ذلت آمیز شکست کے ساتھ انخلاء پر مجبور ہو جائیں گے۔

آج اسی خوشخبری کا وقت آپہنچا ہے کہ تیرہ برس سے جاری جہاد کی بدولت امریکہ اور نیٹو افغانستان میں رسوا کن شکست سے دوچار ہو چکے ہیں اور وہ غیر اعلانیہ طور پر واپس جا رہے ہیں اور میڈیا بھی کوشش کر رہا ہے کہ ایسی رپورٹس ڈھونڈلے کہ امریکہ اور نیٹو کب؟ کیسے؟ اور کس طرح افغانستان سے واپسی کا عمل مکمل کریں گے؟

میڈیا رپورٹ کے مطابق افغانستان میں امریکہ اور نیٹو جنگ کے ساتھ اپنے فوجی وسائل کو منتقل کرنے کا منصوبہ جلد مکمل کرنے میں مصروف ہیں، وہ زمینی اور فضائی راستوں سے اپنا سامان لے جا رہے ہیں۔

امریکہ اور نیٹو انخلاء سے قبل افغانستان میں سینکڑوں فوجی اڈے خالی کر کے اپنی افواج واپس بھیجوا رہے ہیں نیز ہزاروں فوجی وسائل اور ہتھیار فوجی اڈوں میں جمع کر کے مسلسل منتقل کر رہے ہیں، کچھ وسائل فروخت کر رہے ہیں اور کچھ کباڑ کرنے جا رہے ہیں، رواں سال کے آخر تک انخلاء کا مطلب صرف فوجیوں کو طیاروں کے ذریعے منتقل کرنا نہیں بلکہ یہ بہت بڑا منصوبہ ہے جس پر کام جاری ہے۔

بی بی سی کے رپورٹر "ڈوینگ بیلی" کا کہنا ہے کہ رواں سال کے مارچ سے دسمبر تک امریکہ اور نیٹو افغانستان سے فوجی گاڑیوں اور وسائل سے بھرے دو لاکھ اٹھارہ ہزار کنٹینرز لے جائیں گے، اب تک اسی ہزار کنٹینرز منتقل کر چکے ہیں۔

برطانوی حکومت بھی کوشش کر رہی ہے کہ تیس دسمبر تک وہ افغانستان سے تین ہزار سے زائد گاڑیاں، ہیلی کاپٹر اور دیگر وسائل واپس اپنے ملک منتقل کر دے، برطانیہ کی وزارت داخلہ کی جانب سے جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کچھ فوجی سامان کو فروخت کرنا ہے، فوجی سامان کو نیلام کرنے والی کمپنی کی رپورٹ کے مطابق اب تک وہ دو ہزار سے زائد کینٹنرز کا سامان فروخت کر چکی ہے۔

واپسی کے عمل میں امریکہ دیگر اتحادی ممالک سے آگے جا رہا ہے، اب تک وہ افغانستان سے تین لاکھ ٹن اسلحہ اور فوجی سامان منتقل کر چکا ہے،

بقیہ: صفحہ نمبر 31 پر ملاحظہ فرمالیں۔

غازی آباد کے غازیوں کا معرکہ

تحریر: سیف العادل احرار

ماہ فروری کے آخر میں صوبہ کنڑ کے ضلع غازی آباد میں امارت اسلامیہ کے غازیوں نے ایک کامیاب معرکہ کے دوران درجنوں افغان فوجیوں کو ہلاک اور چھ کو گرفتار کرلیا، اس واقعے سے نہ صرف افغان حکومت اور امریکیوں کے اوسان خطا ہوگئے بلکہ میڈیا نے بھی دیگر واقعات کے برعکس اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ ملک کے اندر مثالی امن قائم ہے اور اس واقعے کے علاوہ کبھی کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے حالانکہ اس طرح واقعات معمول بن چکے ہیں، آئے روز مجاہدین متعدد حملے کرکے دشمن کو پسپا کرنے پر مجبور کررہے ہیں، وہ پیچھے جارہے ہیں اور مجاہدین پیش قدمی کررہے ہیں، فتح کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں اور مفتوحہ علاقوں میں اسلامی نظام نافذ کررہے ہیں۔

غازی آباد کے کامیاب معرکے کے بعد امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ کے ساتھ امارت اسلامیہ کے ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہد نے خصوصی گفتگو کی اور واقعے پر تفصیلی روشنی ڈالی جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ دشمن نے حال ہی میں یہ دعوی کیا کہ مجاہدین کمزور ہوگئے ہیں، اب ان کے پاس یہ صلاحیت نہیں کہ وہ کوئی بڑا حملہ کریں حالانکہ دانشوروں سے اس دعوے سے حیرت ہوئی کیونکہ مجاہدین نے جدید ہتھیاروں سے لیس امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے 49 ممالک کی افواج کو شکست دی ان کے سامنے افغان فوج کی دقعت ہوگی، مجاہدین قوت ایمانی کے جذبے سے سرشار، محب وطن اور اسلام پر اپنی جوانیاں لٹا کر فخر محسوس کررہے ہیں اسی قوت ایمانی کی بدولت انہوں نے امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا افغان فوج جو درحقیقت جرائم پیشہ عناصر اور منشیات کے عادی افراد کا ٹولہ ہے وہ کہاں غازیوں کا سامنا کرسکیں گے۔

غازی آباد کے علاقے شیر گنج میں دشمن کا ایک فوجی اڈہ تھا مجاہدین نے اس کو فتح کرنے کے لئے حکمت عملی وضع کرتے ہوئے پچاس مجاہدین کا دستہ بھیج دیا وہاں چار اہلکار پہلے سے مجاہدین سے رابطے میں تھے، 25 مجاہدین فوجی اڈے کے اندر داخل ہوئے اور کمانڈر غازی محمود بلندی کی کمان میں دشمن پر کارروائی کا آغاز کیا اور 25 مجاہدین نے باہر پوزیشن سنبھال کر دشمن کے ممکنہ امدادی ٹیم کا راستہ روکا، مجاہدین کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ تمام اہلکاروں کو گرفتار کریں مگر افسوس مجاہدین اندر داخل ہوتے ہی اڈے کے اندر اہلکار جاگ گئے، مجاہدین کی جانب سے انہیں ہتھیار ڈالنے کا کہا گیا لیکن انہوں نے بات نہیں مانی اور مجاہدین پر فائرنگ کھول دی جس پر مجاہدین کو بھی جوابی فائرنگ کرنے کا حکم ملا، مجاہدین ان پر ٹوٹ پڑے اور اندھا دھند فائرنگ کرکے انہیں ہلاک کیا۔ دو فرار ہوگئے اور چھ گرفتار ہوئے جن میں چار وہ تھے جو پہلے سے مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھے، اس لڑائی میں دو مجاہدین بھی شہید اور دو زخمی ہوئے، شہید ہونے والوں میں کمانڈر غازی محمود بلندی بھی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ غازی محمود وہ فوجی اہلکار تھے جنہوں نے دو سال قبل اسی ضلع غازی آباد میں ایک حملے کے دوران متعدد امریکی فوجیوں کو ہلاک کیا تھا اور پھر فاتحانہ انداز میں مجاہدین سے آملے تھے، وہ اب تک غازی آباد میں دشمن کے خلاف برسرپیکار تھے اور کچھ مجاہدین کے کمانڈر بھی تھے جنہوں نے اس فاتحانہ معرکے میں جام شہادت نوش کرکے اپنا سر اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے قربان کردیا۔ اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو اہلکار پہلے سے مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھے ان کے مطابق اس اڈے میں 45 اہلکار تعینات تھے جن میں سے چار مجاہدین کو سرنڈر، 2 گرفتار، 2 فرار اور باقی سب ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح دشمن سے بھاری مقدار میں اسلحہ، گولہ بارود، دو عدد راکٹ لانچر، تین مشین گنیں، ایک توپ اور دیگر اشیاء حرب بطور مال غنیمت مجاہدین کو ملے، جبکہ اس کے علاوہ فوجی اڈے کا سامان و دیگر آلات کو جلادیا گیا۔

دشمن نے اس واقعے کے بعد الزام تراشی کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا اور یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ اس واقعے کے پیچھے ہمسایہ ملک کا ہاتھ ہے، وہ یہ احمقانہ دلیل پیش کر رہے تھے کہ چونکہ طالبان کمزور ہو چکے ہیں وہ اس طرح حملہ نہیں کر سکتے اس لئے اس کے پیچھے کسی مضبوط قوت کا ہاتھ کار فرما ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کتنا حواس باختہ ہو چکا ہے، مجموعی طور پر ملک بھر میں فوجیوں کے حوصلے پست ہو گئے، ان کے مورال پر منفی اثر پڑا، اعلی فوجی حکام کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی فوج کے حوصلے دوبارہ بلند کرنے کے لئے الزام تراشی کا سہارا لیں مجاہدین کو بدنام کریں، ان کی کامیابی کو کسی اور سے مربوط کریں، اس کے ساتھ دشمن نے آئندہ تین ماہ کے لئے سرچ آپریشن کا اعلان بھی کیا لیکن سب جانتے ہیں کہ گزشتہ سال بھی دشمن کی جانب سے اس طرح سرچ آپریشن کا اعلان کیا گیا تھا ہم نے پنج شیر سے دمب روباتک تمام فوجی آپریشن کا مشاہدہ کیا، ہر جگہ بھاری نقصان سے دوچار ہوا، لوگر کے ضلع ازرہ میں آپریشن، ننگرہار کے حصارک میں متعدد بار آپریشن، تمام علاقوں سے مجاہدین کا صفایا کرنے کے اعلانات، ہلمند میں آپریشن لیکن پھر ان کی آواز خاموش ہو گئی، بدخشان میں آپریشن اور بھاری قیمت چکانا، شیر زاد اور خوگیانو میں آپریشن اور پھر ہلاکتوں کے ساتھ پسپائی، لوگر کے برکی برک میں فوجی آپریشن کا اعلان کرنا اور پھر لاپتہ ہونا، غور کے بندرہ کے مختلف علاقوں میں قسمت آزمانا اور پھر نقصان برداشت کرنے کے ساتھ پسپائی اختیار کرنا یہ ان کے وہ تمام اعلانات ہیں جن پر عمل درآمد مشکل ہے یا بڑے نقصانات سے دوچار ہو کر پسپا ہو چکے ہیں، ان اعلانات کا مقصد بھی اپنے فوجیوں کو حوصلہ دینا اور جھوٹے اعلانات کے ذریعے سکون دینا ہے۔

ہمارے نزدیک تمام پولیس اور فوجی اہلکار افغانی ہیں، کچھ رقم کی خاطر امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں، اپنی آخرت تباہ کر رہے ہیں، اپنا گھر، والدین اور رشتہ داروں کو پریشانی میں مبتلا کر رہے ہیں، ان کے بچے یتیم ہو رہے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں دیکھ کر اپنے ساتھ کچھ محاسبہ کریں، اپنے علاقے کے مقامی علماء سے رہنمائی حاصل کریں، دشمن کی صف سے نکل کر سکون کی زندگی گزار لیں، اپنی آخرت کو برباد نہ کریں، امریکیوں کے اشارے پر اپنے مستقبل سے کھیلنا خدا کی قسم باعث افسوس ہے، ہمیں ان پر رحم آتا ہے وہ ہمارے بھائی اور مسلمان ہیں لیکن ڈالر کے بدلے امریکیوں کی خدمت میں اپنی زندگی ضائع کر رہے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے اپنے ساتھ، یہ خود کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے، انہیں چاہیے کہ جنگ سے پہلے یا جنگ کے دوران مجاہدین سے رابطہ قائم کریں ایک مسلمان اور افغان بہادر ہونے کا ثبوت دیں، اپنی آخرت کو تباہی سے بچانے کی کوشش کریں مجاہدین کی جانب سے انہیں مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا، وہ جا کر گھر میں آرام کی زندگی گزار لیں، امارت اسلامیہ کی جانب سے انہیں تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی ہے، اس مقصد کے لئے دعوت جلب وجذب کمیشن کے ذمہ داران سے رابطہ قائم کر کے سرنڈر ہو جائیں، تحفظ حاصل کریں، اور ایک بہادر افغان ہونے کا ثبوت دیں امارت اسلامیہ کی جانب سے آپ کو ہر ممکن تحفظ فراہم کیا جائے گا۔☆☆

ماہ فروری میں کابل انتظامیہ کے 206/ اہم اہلکار مجاہدین سے آملے

امارت اسلامیہ افغانستان کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں اور مقامی مجاہدین کے تعاون سے گزشتہ ماہ فروری 2014ء کے دوران ملک کے طول وعرض میں کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے 206 اہم سیکورٹی افغان اہلکاروں نے حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت سے تعلق ختم کر کے امارت اسلامیہ افغانستان کی صفوں میں شمولیت اختیار کرلی ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھ اسلحہ، گولہ بارود، خودکار ہتھیار اور دیگر ساز وسامان بھی لائے ہیں جن میں 37/کلاشنکوفیں، 4/عدد ہیوی مشین گنیں، ایک پستول، ایک موٹر سائیکل، دو دوربینیں اور دیگر ساز وسامان مجاہدین کے حوالے کیا اور وعدہ کیا کہ وہ عوام کے نشانہ صلیبی استعمار اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف اپنی اسلامی اور قومی ذمہ داری کی رو سے جاری جہاد میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ ہر قسم تعاون کرینگے۔
نئے شامل ہونے والوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔
صوبہ فاریاب سے 26/، صوبہ سرپل سے 34/، صوبہ ننگرہار سے 39/، صوبہ روزگان سے 14/، صوبہ ہلمند سے 18/، صوبہ قندہار سے 3/، صوبہ پکتیا سے 4/، صوبہ قندوز سے 5/، صوبہ پکتیکا سے 4/، صوبہ لوگر سے 2/، صوبہ زابل سے ایک، صوبہ غزنی سے 7/، صوبہ ہرات سے 10/، صوبہ کاپیسا سے 25/اور صوبہ بلخ سے 13/ سیکورٹی اہلکار کابل انتظامیہ کو چھوڑ کر مجاہدین سے آملے ہیں۔
امارت اسلامیہ کے مجاہدین اور بالخصوص دعوت وارشاد کمیشن نے حکومت سے علیحدگی اختیار کر کے طالبان کی صفوں میں شامل ہونے والے سیکورٹی اہلکاروں کا خیر مقدم کیا اور انہیں انعامات دیئے گئے اور انہیں ہر قسم کے تحفظ کا یقین دلایا گیا۔

بنیادی انسانی تعاون، عوامی رفاہی کام اور صحت کے تمام کام بلا تفریق کیے جائیں۔

کمیشن برائے نظم و کنٹرول این جی اوز و دیگر رفاہی ادارہ جات کے سر براہ محترم مولوی احمد بلال سے گفتگو

شریعت: کمیشن برائے نظم وکنٹرول این جی اوز و دیگر رفاہی ادارہ جات کے سر براہ محترم مولوی احمد بلال صاحب! سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ روزانہ کی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہماری درخواست قبول کرلی۔

کمیشن سربراہ: الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی رسول اللہ و علی آلہ و اصحابہ و من والاہ و بعد۔

میں سب سے پہلے آپ کو اور قارئین کو سلام مسنون پیش کرتا ہوں۔میں بھی دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں بھی قابل قدر عوام اور قارئین کو ہمارے کمیشن کے آغاز اور اغراض ومقاصد کے حوالے سے وضاحت کر۔]وں۔

سوال: امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں آپ کے کمیشن کا آغاز کن اہداف کے لیے کیا گیا اور ترتیب کیا ہے مہربانی فرما کر اس کی تشریح کریں؟

جواب: آپ جانتے ہیں کہ افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد ہمارے ملک میں جنگی حالات ہیں۔امریکیوں نے افغانستان پر ایسی حکومت مسلط کر رکھی ہے کہ ساری دنیا میں کرپشن میں اسے پہلا درجہ حاصل ہوا ہے۔اسی کرپٹ انتظامیہ کے سائے میں دیگر لوٹ مار، غصب اور چوری کے علاوہ انسانی تعاون کے حوالے سے جاری کاموں میں بھی بہت زیادہ خورد برد اور بے انصافیاں جاری ہیں۔

وہ یہ کہ ایک طرف ہمارے جنگ زدہ عوام ہیں جنہیں ہر موڑ پر مختلف مشکلات کا سامنا ہے اور انہیں تعاون کی ضرورت ہے۔دوسری طرف افغانستان کا حاکم طبقہ ہے جو بیرون ملک سے آنے والی ہر امداد کا اکثر حصہ بیرونی اداروں کے اخراجات، لگژری عمارتوں کے کرایوں، نئی ماڈلز کی گاڑیوں اور ان کے دفتری لوازمات اور ڈیکوریشن پر خرچ کرتے ہیں۔جو حصہ مختلف سکیموں کے لیے بچ جاتا ہے اس میں سے بھی اکثر کابل انتظامیہ کے کرپٹ حکام کی جیبوں میں چلا جاتا ہے۔بیرونی امداد کو ضرورت کی جگہ پر لگانے اور دشمن کی جانب سے تعاون کے نام پر مخصوص مقاصد کے لیے ملنے والی رقم کا راستہ روکا جاسکے، اس لیے امارت اسلامیہ افغانستان نے فیصلہ کیا کہ این جی اوز اور بیرونی امداد کے اداروں کے کنٹرول اور نظم وضبط اور ان کے مصارف مستحقین تک پہنچانے کے اپنی تشکیلات میں ایک مخصوص کمیشن قائم کیا جائے۔مختصر الفاظ میں کمیشن کے مرتب کردہ لائحہ کے دوسرے مادے کا ذکر کرکے آپ کے سوال کا جواب مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

دوسرا مادہ: کمیشن برائے نظم وکنٹرول این جی اوز و دیگر رفاہی ادارہ جات امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے ملک میں این جی اوز اور غیر ملکی کمپنیوں کو ضرورت کے مواقع پر انہیں کام کی اجازت دینے، ان کا نظم وضبط مرتب کرنے اور ان کی نگرانی کے لیے بنایا گیا ادارہ ہے۔

اس کمیشن کی تشکیلات کے حوالے سے ذکر کرتا چلوں کہ اس کا ایک سربراہ، سیکرٹری اور اس کے ساتھ تجربہ کار معاون، انتظامی اور مالی شعبہ، امور صحت کی نگرانی کا شعبہ، نشریاتی اداروں کی تنظیم کا شعبہ، تعلقات عامہ کا شعبہ اور تمام صوبوں میں نمائندے۔

سوال: آپ کے کمیشن نے پورے ملک میں اب کونسی اور کس طرح کی کارروائیاں کی ہیں؟

جواب: تنظیموں اور کمپنیوں کے کنٹرول اور نظم وضبط کے کمیشن نے ان خود سر اور غیر ذمہ دار لوگوں کا خاتمہ کیا جو امارت اسلامیہ اور یا طالب کے نام پر مختلف اداروں کو فون کرکے یا دوسرے ذرائع سے رابطہ کرکے انہیں دھمکاتے اور اپنے ناجائز مطالبات منواتے، اس سے ایک طرف عوامی رفاہی کاموں میں مشکلات پیدا ہوگئی تھیں، بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی مشکل ہوگئی تھی اور عام لوگوں کو جس طرح ہونا چاہیے تھا سہولیات میسر نہیں تھیں۔دوسری طرف ایسا غلط پروپیگنڈہ بھی کیا جارہا تھا کہ امارت اسلامیہ ملک میں

ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مگر الحمد للہ کمیشن کے بننے سے ان مشکلات کا راستہ روکا گیا۔ اب ہمارے لیے اپنی منظم تشکیلات کے ذریعے تمام صوبوں میں نمائندوں کی تعیناتی، انہیں منظم پروگراموں اور مرتب لائحہ عمل کے ذریعے ہر کام میں خصوصی ہدایات کی فراہمی مشکل نہیں۔ پہلے مرحلے میں ہر طرح کی ہنگامہ آرائیوں اور زور زبردستیوں کا خاتمہ اور دوسرے درجے میں تمام تعاون کرنے والے اداروں، خصوصی کمپنیوں اور ٹیلی فون کمپنیوں کے کام کے حوالے سے تحقیقی معلومات جمع کی جائیں گی، اور ان کی نگرانی کی جائے گی، تاکہ کثیر المنفعت امور کو ٹھیک طریقے سے سنبھالا جاسکے اور ان اداروں کا تعاون مستحق لوگوں تک پہنچ سکے۔ اب ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ گذشتہ سالوں کی بنسبت مثبت تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔

سوال: آپ ملک میں تمام اداروں کے ساتھ رابطے میں ہیں اور ان کی نگرانی کرتے ہیں یا کچھ ہی اداروں سے آپ کے رابطے ہیں۔

جواب: ہمارے کمیشن کے این جی اوز اور دیگر اداروں کے ساتھ مخصوص روابط یا تعلقات نہیں ہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت ہمارا عمومی نمائندہ ہے جس سے چوبیس گھنٹے فون پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ہر رابطہ کرنے والے کے لیے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ اس نمائندے کے ذریعے ہم سے رابطہ کرسکے اور اپنے مسائل ہم سے بیان کرے۔

البتہ کام کی ترتیب یہ ہے کہ جو بھی اسکیم ترتیب دیا جاتا ہے اس کی منظوری کے بعد علاقائی عوامی رہنماؤں کی جانب سے متعلقہ صوبے کے جہادی ذمہ دار کے نام کام کے آغاز کے لیے اجازت نامے کی درخواست لکھی جاتی ہے۔ ہمارا کمیشن صوبائی نمائندے کی تائید کے بعد اگر صوبائی جہادی ذمہ دار بھی اس سے اتفاق کرتے تو یہ مسئلہ کمیشن کے اجلاس میں زیر بحث لایا جاتا ہے اور تحقیق کے بعد کمیشن کے لائحے کے آٹھویں مادے کی روشنی میں اسے اجازت نامہ جاری کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس پر عمل درآمد کے امور کی نگرانی صوبائی ذمہ دار کی جانب سے کی جاتی ہے۔ تاکہ ہر طرح کی دھوکہ دہی کا راستہ روکا جاسکے اور کام اچھے طریقے سے پورا کیا جاسکے۔ کام کی تکمیل کے بعد بھی کمیشن کو اطلاع دی جاتی ہے۔

سوال: آپ کی جانب سے وہ کون سے کام ہیں جن کے کرنے اور جن کے نہ کرنے کی اجازت ہے ان اداروں کو، اس کی تھوڑی سے وضاحت ہوجائے؟

جواب: امارت اسلامیہ نے کبھی بھی تعمیر نو، آبادی اور ترقی کی مخالفت نہیں۔ وہ تمام طبقات جو چاہتے ہیں صحیح طریقے سے ہمارے عوام کے آرام اور سکون کے لیے صحت یا بنیادی انسانی حقوق کے جو بھی کام کرنا چاہیں ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں۔ ان کے لیے وضع کردہ قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری اطمینان سے کام کرنے کی بھرپور آزادی ہے۔ اس حوالے سے کمیشن کے لائحے کے تیسرے مادے میں یہ صریح الفاظ درج ہیں :

"کمیشن برائے نظم و کنٹرول این جی اوز و دیگر رفاہی ادارہ جات کی ذمہ داری ہے کہ امارت اسلامیہ کی فرامین اور وضع شدہ قوانین کی روشنی میں این جی اوز اور رفاہی اداروں کو تعمیر نو اور تعاون کے نام سے ان تمام کثیر المنافع رفاہی کاموں کی اجازت دی جائے جو اسلام اور ملک کی نفع کے لیے ہوں اور ان تمام کاموں کو روکا جائے جس سے ملک اور رواں جہادی تحریک کو نقصان پہنچے۔"

البتہ کئی غیر ملکی ادارے اور تعاون کی تنظیمیں تعاون کے نام پر اسلام کے مقدس دین کے خلاف کام کرتی ہیں۔ اور چاہتے ہیں ہمارے مومن عوام اور خصوصا بچوں اور نوجوانوں کو عیسائیت اور دیگر باطل عقائد کی دعوت دیں۔ تو اس طرح کے غیر قانونی اور غیر شرعی کوششوں کا راستہ روکنا اس کمیشن کا فریضہ ہے۔ لائحے کے چوتھے مادے میں اسی نکتے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

"وہ ادارے جو غیر اسلامی نظریات کی دعوت دیتے ہیں جیسے یہودیت، نصرانیت اور اس طرح کے دیگر۔ اور مجاہدین کے خلاف کام کرتے ہیں انہیں بالکل اجازت نہیں۔ تنظیموں اور رفاہی اداروں کا کمیشن اپنی پوری قوت سے اس طرح کے اقدامات کا راستہ روکے گا۔

سوال: آپ جانتے ہیں کہ اپنے ملک کے بھی بہت سے عام لوگ ان تنظیموں کے ساتھ کام کرتے ہیں تو آپ کی پالیسی کے مطابق افغانوں کو ان تنظیموں میں کام کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اگر جواب ہاں میں ہے تو کن شعبوں میں اور کن تنظیموں کے ساتھ کام کرسکتے ہیں۔

جواب: امارت اسلامیہ کو اپنے ہم وطنوں کے ان تنظیموں کے ساتھ جو صرف اور صرف انسانی ہمدردی کی بناء پر عوامی رفاہی اور ترقیاتی کام کرنا چاہتے ہیں کام کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ غیر ملکی اداروں کے ساتھ کام کرنے والے افغانوں کو اپنے اسلامی اور افغانی روایات کا خیال رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ ایک مسلمان اور افغانی ہونے کے ناطے ان کا اسلامی اور قومی فریضہ ہے۔

سوال: اگر کبھی کوئی ادارہ آپ کے مطالبات تسلیم نہ کرے یا این جی اوز اور ان اداروں کے لیے آپ نے جو اصول وضوابط مقرر کیے ہیں اس سے سرتابی کریں اور اس کے تقاضے پورے نہ کریں تو آپ کی جانب سے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے، کیا ان کے کاموں کو بند کر دیا جاتا ہے؟

جواب: جو تنظیم یا کمپنی امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے نظم وکنٹرول این جی اوز ودیگر رفاہی ادارہ جات کے مقرر کردہ اصولوں اور ضوابط سے سرتابی کرتی ہے یا کسی خاص اسکیم کے لیے طے شدہ شرائط کی رعایت نہیں رکھی جاتی تو ایسی تنظیموں اور کمپنیوں کو کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کا کام روک دیا جاتا ہے۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو اجازت ہے کہ اس طرح کی سرتابیوں کا راستہ روکیں۔ البتہ اگر ایسا ادارہ پھر سے صحیح نیت سے کام شروع کرنا چاہے تو ضمانت دینے کے بعد انہیں نیا اجازت نامہ جاری کر دیا جاتا ہے۔

سوال: آپ ملک میں ٹیلیفون اور موبائل فون سسٹم کے کنٹرول اور نظم وضبط کے بھی ذمہ دار ہیں۔ ہم سنتے ہیں کہ جارحیت پسند اور ان کے مقامی ہم نوا مجاہدین اور ہمارے عام ہم وطن بھائیوں کے خلاف موبائل فون وغیرہ کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر کوئی معلومات دی جائیں کہ آپ لوگوں نے اس حوالے سے کیا اقدامات کیے ہیں۔

جواب: جی ہاں، ہمارے کمیشن کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ پورے ملک میں فون سسٹم کی نگرانی کی جائے۔ اور مختلف صوبوں میں علاقائی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کمپنیوں کے طریقہ کار اور نظم وضبط کا تعین کیا جائے۔ بعض علاقوں میں چوبیس گھنٹے ٹیلی فون سسٹم فعال ہوتا ہے اور بعض علاقوں میں صرف دن کے وقت فون کام کرتا ہے اور بعض علاقوں میں ضرورت کے مطابق کچھ وقت کے لیے بند کر دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کا زیادہ تعلق عوام اور مجاہدین کے مطالبات سے ہوتا ہے۔ اس طریقہ کار سے ملک کے مختلف علاقوں میں دشمن کے چھاپوں اور اندھی بمباریوں کا راستہ روکا گیا ہے اور عوامی نقصانات بھی کم ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف ان کمپنیوں کو بھی کافی سہولیات دی گئی ہیں وہ سیکیورٹی کے حوالے سے ہوں یا افراد اور وسائل کے نقل وحمل کے حوالے سے ہوں۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اب کوئی بھی موبائل کمپنیوں کو ڈرا دھمکا کر اپنے ناجائز مطالبات نہیں منوا سکتا۔ اور نہ ہی ان کے وسائل اور مشینیں ان سے چھین سکتا ہے۔

مذکورہ اداروں کو مکلف کیا گیا ہے کہ مقرر کردہ طریقہ کار اور لائحہ عمل کے مطابق کام کریں۔

سوال: اپنے کمیشن کے نمائندے کی حیثیت سے ان تنظیموں اور اداروں کے نام کوئی پیغام، اس حوالے سے کہ کمپنیوں اور اداروں کو کس طرح کام کرنا چاہیے اور کس طرح نہیں؟

جواب: افغانستان ایک جنگ زدہ ملک ہے جو کئی سالوں سے مختلف مشکلات اور مسائل کا شکار ہے۔ اس لیے یہاں ہر شعبے میں تعاون کی ضرورت ہے۔ بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی کا راستہ ہمیشہ کھلا رکھنے کے لیے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ صحت اور تعلیم کے حوالے سے ہونے والے رفاہی وترقیاتی کام بلا تفریق پورے ملک میں برابر کی سطح پر ہونے چاہییں۔ ترجیح اور امتیاز کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

اسی طرح تمام تعاون کرنے والے اداروں، تنظیموں اور مخصوص کمپنیوں کو یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ امارت اسلامیہ نے کمیشن برائے نظم وکنٹرول این جی اوز ودیگر رفاہی ادارہ جات کا شعبہ اسی لیے بنایا ہے کہ تعمیر نو، ترقی اور انسانی تعاون کے امور کی تقسیم کی راہ میں حائل مسائل اور مشکلات کا خاتمہ کیا جا سکے۔ مذکورہ کمیشن کے نمائندے کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ ان اداروں سے رابطے کرے۔ البتہ ہر قسم کے مسائل کے لیے انہیں خود باقاعدگی سے اپنی شکایت عمومی نمائندہ کے ذریعے کمیشن تک پہنچا دینا چاہیے

اسلام اور ملک کے دفاع کے لیے گرم محاذوں پر برسرپیکار مجاہدین کے لیے میرا پیغام ہے کہ دشمن کی ہر طرح کی سازشوں کی جانب متوجہ رہیں۔ کمیشن کے علاقائی نمائندوں سے تعاون جاری رکھیں۔ ضرورت کے وقت ان سے پوری ہمدردی کریں۔ وقتاً فوقتاً اپنی معلومات ہمارے ساتھ شریک کریں اور کسی کو بھی یہ اجازت نہ دیں کہ کسی بھی عنوان سے بے اعتمادی کی فضا قائم کرے۔ اور اپنے مذموم اہداف کے لیے راہ ہموار کرے۔

افغانستان کے غیور عوام کو بھی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ کمیشن آپ کے تعاون سے آپ کی ہر طرح کی مشکلات کے حل کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھے گا۔ تاکہ ایک طرف ہم وطنوں کی مشکلات کے حل اور انہیں زندگی کی سہولیات فراہم کرنے میں مدد ملے اور دوسری طرف تعاون کے نام سے ہونے والی دشمن کی سازشوں کا راستہ روکا جا سکے۔

شریعت: آپ نے ہمیں وقت دیا آپ کا بہت بہت شکریہ۔

کمیشن سربراہ: میں بھی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالی سے آپ کے لیے مزید توفیق طلب کرتا ہوں تاکہ رواں جہاد اور امارت اسلامیہ کی نشریات کا سلسلہ اور مضبوط ہو جائے۔

❖ ❖ ❖

عبدالقادر سیف

مذہبی رواداری، ایک دلفریب نعرہ

جب عالمی استعمار نے دنیا کے مختلف ممالک پر اپنے پنجے گاڑے تو اس کے اثرات ہمہ جہتی ثابت ہوئے، ان ممالک کے سیاسی نظام تہہ وبالا ہوگئے، ان کی معیشت کا بھٹہ بیٹھ گیا، ان کی تعلیمی کیفیت دگرگوں ہوگئی، ان کی سماجی اور اخلاقی روایات کا جنازہ نکل گیا، اور معاملہ یہیں تک نہیں رکا بلکہ استعمار نے ان کے مذہبی عقائد اور نظریات تک کو شدید متاثر کرکے انہیں اپنے اپنے مذاہب اور عقائد کے بارے میں شک وشبہ میں ڈال دیا۔

مفتوحہ ممالک کے سیاسی نظاموں کو مسل ڈالنا تو ایک بالکل فطری بات تھی کہ ہر فاتح قوم اپنا سیاسی نظام اور طرز حکومت اپنے مفتوحہ ممالک میں رائج کرتی آئی تھی، لیکن مذہب اور اخلاقیات تک کو بدل ڈالنے کا کام ہر فاتح قوم نہیں کیا کرتی۔ یہ کام عالمی استعمار نے ایک وسیع منصوبے کے طور پر کیا جس کا مقصود یہ تھا کہ اگر کسی وقت عالمی استعمار کو ان مقبوضہ ممالک کا قبضہ چھوڑنا بھی پڑے تو صرف حسی طور پر چھوڑا جائے، فکری اور نظریاتی قبضہ ختم نہ ہو۔

استعمار کی یہ منصوبہ بندی بڑی کامیاب رہی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اس نے مفتوح اقوام وممالک کی جغرافیائی سرحدوں کو تو بتدریج ان کے حوالے کردیا لیکن اپنی منصوبہ بندی کے مطابق ان کے خلاف فکری اور نظریاتی جنگ کو نا صرف یہ کہ جاری رکھا بلکہ اس کی شدت اور تیزی کو اور بڑھادیا۔

عالمی استعمار نے ایک شوشہ یہ چھوڑا کہ دنیا مختلف بنیادوں پر جنگیں کرکے بڑے بڑے نقصانات اٹھاچکی ہے، اس لئے اب پرامن بقائے باہمی کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کو قابل احترام قرار دیا جائے اور ان میں سے کسی کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے، سب کو حق سمجھا جائے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان خوشگوار تعلقات اور نیک جذبات ہونے چاہئیں۔ مذہبی رواداری ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے کی روایات کا احترام ہونا چاہیے بلکہ ناصرف احترام ہونا چاہیے بلکہ ایک دوسرے کے مذہبی تہواروں میں بھی شرکت کی جانی چاہیے تاکہ آپس میں امن وآشتی پھیلے اور دنیا کسی تیسری عالمی جنگ کی طرف نہ جاسکے۔

ایک طرف تو استعماری طاقتیں یہ دل لبھانے والی باتیں کرتی ہیں جبکہ دوسری جانب ان باتوں پر عمل کی باری آتی ہے تو اس کی پابندی صرف اہل اسلام پر ڈالی جاتی ہے اور خود اس سے دامن چھڑالیا جاتا ہے۔ ظاہر اً خوشنما نظر آنے والی ان باتوں کو مدلل کرنے کے لئے خود قرآن وسنت تک سے حوالے دیے جانے لگے۔ مثلاً سورۃ الکافرون کو دلیل کے طور پر پیش کیا جانے لگا کہ اس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "لکم دینکم ولی دین" کہ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین کا اصول اختیار کرلیا جائے۔ لیکن جب اہل اسلام ان ممالک کے اندر اپنے دین پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ اس وقت یہ ساری خوبصورت باتیں ایک طرف رکھ دی جاتی ہیں۔

پھر سرسری نگاہ میں تو یہ باتیں بہت خوبصورت اور شاندار معلوم ہوتی ہیں، لیکن ان کے اثرات بہت ہی بھیانک ہیں، خاص طور پر اس امت اسلامیہ کے لئے ان کے اثرات اور بھی مہلک ہیں۔ یہ وہ امت ہے جس کے رسول کو اللہ تعالی نے پوری انسانیت کے لئے رسول بنایا اور فرمایا: انا ارسلنٰک کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ اور جن کے دین کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ترجمہ: وہی ہے وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔

استعمار کے اس ہتھکنڈے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ یہ سوچ کر بیٹھ جائے کہ تمام ادیان برحق ہیں اور سب ادیان کو حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہیں کریں، یہاں تک کہ امت مسلمہ کے عقائد ونظریات کو چیلنج کرتے پھریں، کسی کو اسلام کی دعوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سب ہی برحق ہیں۔ استعمار کی یہ سازش یہودی ذہنیت کی عکاس ہے۔ یہودیت ایک محدود اور غیر دعوتی دین ہے، کسی غیر یہودی کو یہودیت کی دعوت نہیں دی جاتی۔ لیکن اسلام ایک دعوتی دین ہے، جس کی دعوت کا میدان پورا عالم ہے۔ قرآن کریم نے اللہ کے پیارے نبی ﷺ کی دعوت کا یہ میدان بالکل صاف اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو تمام کے تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ دوسری آیت کریمہ کے اندر آپ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دین اسلام قیامت تک آنے

والے ہر شخص کے لئے ہے۔

پھر قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق اسلام صرف ایک دعوتی مذہب ہی نہیں، بلکہ یہ دیگر تمام مذاہب پر غالب ہونے کے لئے آیا ہے جیسا کہ سورۃ الفتح کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہی ہے وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب فرمادے۔ پس اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے غلبے کے لئے کام کریں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسلام کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ دیگر تمام مذاہب یا ان کے پیروکار دنیا سے ختم ہو جائیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ دین اسلام غالب رہے اور دیگر تمام مغلوب رہیں، کوئی اسلام اور اہل اسلام کے مقابلے میں چیلنج نہ بن سکے۔

استعمار کی مذکورہ بالا سازش کا یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب دنیا کے اکثر ممالک میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں تو پھر ریاستوں کا بحیثیت ریاست کوئی مذہب نہیں ہونا چاہیے کہ ملکی قوانین اس مذہب کے پابند ہوں، بلکہ ریاست اپنے آپ کو مذہب سے علیحدہ رکھے تاکہ اس ریاست میں رہنے والے مختلف مذاہب پر عمل پیرا باشندے یکساں زندگی گزار سکیں۔

مذہب کو سیاست سے باہر رکھنے کی یہ بات بھی اسلامی اصول سیاست کے سراسر منافی ہے۔ اسلام ایک مذہب نہیں جو صرف لوگوں کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ ایک ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یاایھاالذین امنوادخلوافی السلم کافۃ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ پس یہ کہنا کہ ہم بھی دیگر مذاہب کی طرح دین اور سیاست کو علیحدہ کردیں یہ محض بے وقوفی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل اسلام کو استعماری قوتوں کی ان شرانگیزیوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور اس بات کا ادراک کرنے کی ضرورت ہے کہ اہل اسلام کی جہاں یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے ممالک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کریں وہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اہل باطل کی نظریاتی اور فکری جنگ پر بھی نظر رکھیں اور اس کے مقابلے کے لئے بھی پوری طرح سے تیاری کریں۔ کیونکہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق وہ اس کے پابند ہیں کہ کافروں کے مقابلے کے لئے جو کچھ بھی تیاری وہ کرسکتے ہوں وہ کریں۔ پس ہتھیاروں کی جنگ کے لئے ہتھیاروں کی تیاری ضروری ہوئی اور نظریاتی جنگ کے لئے نظریات وعقائد کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ امت اسلامیہ بحیثیت مجموعی دونوں ہی میدانوں میں کمزوری دکھا رہی ہے اور جو لوگ ان میدانوں میں کچھ کام کر بھی رہے ہیں تو ان کی پشت پناہی کرنے کی بجائے الٹا انہیں کوسنے دیتی ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ

☆☆☆

بقیہ از: جنگی جرائم فروری 2014

17فروری کو صوبہ پکتہ یا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو میں قابض افواج نے ڈرون حملہ کرکے دو شہریوں کو شہید کیا۔

22فروری کو حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا میں مسجد کے پیش امام حافظ مولوی محمد عادل کو طالبان کے ساتھ تعلق کے شبہ میں شہید کیا۔

22فروری کو صوبہ پروان کے علاقے توپ درہ میں پولیس نے فائرنگ کرکے 12افراد کو زخمی کیا عینی شاہدین کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب پولیس نے انہیں اپنے باغات کی طرف جانے سے منع کیا جب وہ اپنی زمینوں کی دستاویزات لے کر آئے تو انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن ان کے جاتے ہیں ان پر اندھادھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں یہ افراد زخمی ہوئے۔

22فروری کو صوبہ خوست ضلع نادر شاہ کوٹ کے شباوٹ علاقے میں نماز جمعہ کے دوران مسجد میں دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید جبکہ چھ زخمی ہوگئے، عینی شاہدین نے بتایا کہ انہوں نے پولیس کو دیکھا جنہوں نے دستی بم پھینکا جس سے بڑا زوردار دھماکہ ہوا اور یہ واقعہ پیش آیا۔

24فروری کو صوبہ روزگان ضلع دہراوود کے علاقے کشتہ ٹوٹو میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک بوڑھے شخص کو شہید کیا۔

26فروری کو قابض افواج نے افغان فورسز کے تعاون سے صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے علاقے پھاشنی، سنکو اور ہوتکزو کے گاوں پر چھاپہ مارا، مقامی لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور دو افراد کو حراست میں لیا گیا۔

28فروری کو صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے علاقے دوشنبہ میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران چار شہریوں کو گرفتار کیا گیا۔

اقتباسات: [بی بی سی، آزادی ریڈیو=افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن۔ اسیا اور بینو ویب سائٹس=]

افغانستان (جنوری 2014) میں

احمد فارسی

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ تحقیقی اعداد و شمار کے لیے الامارہ اور دیگر خبری ویب سائٹوں کا مطالعہ کیا جائے۔

2014 کا پہلا مہینہ جنوری بھی گذشتہ سال کی طرح رہا۔ سرد موسم اور مشکلات کے باوجود مجاہدین نے مختلف کارروائیوں میں خارجی جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں کو بھاری نقصانات پہنچائے۔ اس تحریر میں دشمن کے اہم اور حساس مراکز پر مجاہدین کے شدید حملوں، دشمن کی جانب سے مجاہدین کی فتح کا اعتراف، دشمن کا فرار، عوامی نقصانات کا تسلسل اور بیرونی واندرونی دشمن کے ہاتھوں عوام کو دی جانے والی اذیتوں کی تفصیل کے ساتھ ساتھ ذیل میں دیے گئے مختلف عنوانات کے حوالے سے معلومات ملاحظہ فرمائیں۔

خارجی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

جنوری کے مہینے میں جاری جہادی آپریشنوں کے سلسلے میں کئی خارجی فوجی جہنم واصل ہوگئے۔ اس کے علاوہ درجنوں شدید زخمی اور دائمی معذور بھی ہوئے۔ دشمن نے صرف 8 امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔ ان امریکیوں کی ہلاکت کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب یکم جنوری کو ہلمند میں ایک 22 سالہ امریکی فوجی کو ہلاک کیا گیا۔ ان ہلاکتوں میں ان 21 خارجی فوجیوں کی ہلاکتیں شامل نہیں جنہیں دارالحکومت کابل میں خارجی فوجیوں کے ایک ریسٹورنٹ میں ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح 4 جنوری کو ہونے والے ایک اور آپریشن میں 20 سے زیادہ فوجی ہلاک ہوئے جن کا دشمن نے کوئی اعتراف نہیں کیا۔

یاد رہے گذشتہ سال جنوری کے مہینے میں بھی دشمن نے صرف 8 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا تھا۔ اس سے قبل 2003، 2004، 2006 اور 2007 میں بھی بہت کم فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا گیا تھا۔

خالد بن ولید آپریشن:

گذشتہ جنوری میں بھی خالد بن ولید آپریشن اپنی پوری قوت سے جاری رہا جس کے بہت اچھے نتائج اور کامیابیاں سامنے آئیں۔ یہاں چند واقعات کی جانب اشارہ کیا جائے گا۔

4 جنوری بروز ہفتہ ننگرہار میں ایک شدید حملہ ہوا۔ ضلع غنی خیل میں ہونے والے اس حملے میں کم از کم 25 فوجی ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ اس حملے میں کیمپ کا سیکیورٹی چیک پوسٹ، سیکورٹی برج، رہائشی کمرے، عسکری سامان اور عمارت مکمل طور پر تباہ ہوا۔

اسی روز دارالحکومت کابل میں مسلسل دو حملے ہوئے۔ ایک دھماکہ دسویں زون کے مضافات میں صدارتی محل کے قریب جارحیت پسندوں کے اہم مرکز کے قریب ہوا۔ جس میں دشمن کو شدید جانی ومالی نقصان پہنچایا گیا۔ ان دو حملوں کے بعد دشمن کے وہ تمام دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے کہ انہوں نے دارالحکومت کی سیکورٹی بہت مضبوط کرلی ہے۔

16 جنوری بروز جمعرات مجاہدین نے بارودی سرنگ کے ایک دھماکے میں کابل پل خشتی مسجد کے قریب وزارت داخلہ کی ایک رینجر گاڑی اس کی سواریوں کے ساتھ تباہ کردی۔ اس دھماکے میں نیشنل آرمی کے کئی اہلکار ہلاک ہوئے۔ البتہ دشمن نے اس حوالے سے تفصیلات بتانے سے احتراز کیا۔

15 جنوری کو مجاہدین نے دشمن کے ایک وحشیانہ حملے جس میں کئی خواتین اور بچے شہید ہوگئے تھے کے رد عمل میں جمعے کے روز 17 جنوری کو کابل کے وزیر اکبر خان کے علاقے میں ایک غیر ملکی ریسٹورنٹ پر ایک فدائی حملہ کیا جس میں 29 بڑے افسران اور خارجی جارحیت پسند اور نیشنل آرمی کے کئی اہلکار ہلاک ہوگئے۔ اس انتقامی حملے میں 7 مختلف ممالک کے شہری اور اقوام متحدہ جو ہمارے ملک میں جارحیت پسندوں کا حامی ہے کے کئی کارکن ہلاک ہوگئے۔ ان ہلاکتوں سے خارجیوں نے پوری دنیا میں شور مچایا۔ اس حملے کا مقصد یہی تھا کہ خارجی قوتوں کو یہ سمجھایا جاسکے کہ افغانوں کی شہادت مجاہدین کے لیے کس قدر دردناک ہوتی ہے۔

20 جنوری کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے قندہار ضلع ژڑی میں خارجی جارحیت پسندوں کے بڑے مرکز پر ایک اور ہلاکت خیز حملہ کیا جس میں کئی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اور دشمن کو بے شمار مالی نقصانات اٹھانے پڑے۔

26 جنوری بروز اتوار دارالحکومت کابل میں ایک اور طاقتور

فدائی حملہ ہوا۔ دشمن کے اعتراف کے مطابق کم از کم 4 فوجی ہلاک اور 22 زخمی ہوگئے۔ یہ حملہ کابل کے نویں زون میں وزارت دفاع کی گاڑی پر ہوا جس میں فضائی فوج کے اہلکار سوار تھے اور کہا جاتا ہے کہ دشمن کے نقصانات ان کے اعترافات سے زیادہ تھے۔

30 جنوری بروز جمعرات ننگرہار ضلع پچیر اگام میں مجاہدین نے ایک حملہ کیا۔ یہ حملہ پولیس ہیڈ کوارٹر، انٹیلی جنس کے مرکزی دفتر اور فوجی مرکز پر ہوا۔ جس میں درجنوں پولیس ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ معلومات کے مطابق حملے کے وقت ان عمارتوں میں نیشنل آرمی کے کل 120 اہلکار موجود تھے۔ عینی شاہدین کے مطابق بعدازاں فوجی حکام کو بلڈوزر منگوانا پڑا تاکہ تباہ شدہ عمارتوں سے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی لاشیں نکالی جاسکیں۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

موسم سرما کی سخت سردیوں کے ساتھ ساتھ داخلی دشمن کی صفوں میں ہونے والے نقصانات کا گراف بھی بہت اونچا رہا۔ اس سلسلے میں 4 جنوری بروز ہفتہ صوبہ غور کے پولیس ہیڈ کوارٹر کے شعبہ مواصلات کا افسر اور مقامی پولیس کا کمانڈر غزنی ضلع اندڑ میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد غزنی کے ضلع اندڑ میں حالیہ عوامی حملوں میں کمانڈر ایک دھماکے میں زخمی ہونے کے بعد ہلاک ہوگیا۔

21 جنوری بروز منگل دشمن کے 15 چیک پوسٹوں کا ایک کمانڈر اروزگان ضلع دہراود میں ہلاک ہوگیا۔ یہ کمانڈر ظلم وستم میں مشہور تھا جسے مجاہدین نے بدنی قتل کا نشانہ بنایا۔

عوامی نقصانات اور تکالیف:

خارجی دشمن اور داخلی فوجی گذشتہ تیرہ سالوں سے انتہائی منظم منصوبہ بندی اور طے شدہ پروگرام کے مطابق ملک کے کونے کونے میں مظلوم عوام کا خون بہا رہے ہیں۔ ایسا کوئی دن نہیں گزرتا کہ ملک کے طول وعرض میں کہیں پر کسی عوامی شخص کو تشدد کا نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔ ان جرائم کے سلسلے میں 5 جنوری بروز اتوار عام لوگوں کی گرفتاری کے بعد مظاہرین نے ضلع بالا بلوک میں کئی شہریوں کی گرفتاری اور انہیں قید میں ڈالنے کے رد عمل میں ہرات فراہ شاہراہ بند کردی۔ اس صوبے کے اربکیوں نے مجاہدین کے ہاتھوں کمانڈر کے بیٹے کی گرفتاری کے بعد عام لوگوں کو ہلاک کردیا۔

6 جنوری بروز منگل خارجی اور داخلی دشمن نے میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں ایک گھر کی تلاشی لی۔ بعد ازاں گھر کے تمام ارکان بوڑھوں، بچوں اور خواتین سب کو گھر سے نکالا اور صبح تک گھروں سے باہر رکھا۔ گھروں میں دینی کتابوں کی بے حرمتی کی ہے اور کچھ نسخے پھاڑ دیے ہیں۔

15 جنوری بروز بدھ وحشی جارحیت پسندوں نے پروان ضلع سیاہ گرد میں عوام کے گھروں پر بمباری کی اور خواتین اور بچوں سمیت کم از کم 16 عام افراد کو شہید کرڈالا۔ کابل انتظامیہ، خارجی جارحیت پسندوں اور آزاد ذرائع نے اس واقعے کا اعتراف کیا ہے۔ یہ حملہ ایسے حالات میں ہوا جب امریکا نے اپنے غلاموں پر دباؤ بڑھایا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکیورٹی معاہدے پر دستخط کردے۔ دوسری طرف چند وطن فروشوں نے کٹھ پتلی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ جلد از جلد اس معاہدے پر دستخط کیے جائیں۔

21 جنوری بروز منگل ایک اربکی پولیس نے لشکرگاہ کے شہر میں ایک ہی خاندان کے 3 افراد کو شہید کردیا۔ اس خاندان کے لوگوں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ اربکی چوری کی نیت سے ان کے گھروں میں داخل ہوئے تھے جنہوں نے بعد ازاں ان پر فائرنگ کرکے ان مذکورہ تین افراد کو شہید کرڈالا۔

اس ماہ کے دوران خارجی اور داخلی دشمن کے فوجیوں نے کئی کئی مرتبہ عام افغانو کے گھروں پر چھاپہ مارا اور عوام پر مظالم ڈھانے کے بعد کئی قیمتی اشیاء اپنے ساتھ لے گئے۔ مجموعی طور پر اس ماہ کے دوران 40 افغان شہری شہید 32 زخمی اور 42 سے زیادہ سے گرفتار کرکے جیلوں میں ڈالے گئے۔ مزید تفصیلات کے لیے جنگی جرائم کے عنوان سے الامارہ ویب سائٹ پر رپورٹ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

خارجی دشمن کے مالی نقصانات:

جنوری کے مہینے دشمن کو بے شمار مالی نقصانات پہنچے۔ اس کے علاوہ درجنوں گاڑیاں اور ٹینک روزانہ مجاہدین کے حملوں اور بارودی سرنگ کا شکار ہوتے ہیں۔ 6 جنوری بروز پیر جارحیت پسندون کا ایک ہیلی کاپٹر صوبہ ہرات میں مجاہدین کے ایک حملے کا نشانہ بن کر گر گیا۔ دشمن نے ہیلی کاپٹر کے گرنے سے ہونے والے نقصانات کے حوالے سے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ لیکن ہیلی کاپٹر کے گرنے کا اعتراف نہیں کیا۔ 10 جنوری بروز جمعہ مشرقی علاقوں میں خارجی جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر گر گیا جس میں 3 جارحیت پسند ہلاک ہوگئے۔

جارحیت پسندوں کا فرار اور ناکامی کا اعتراف:

گذشتہ تین سالوں سے دشمن اپنے فرار اور انخلاء کا منصوبہ بنا رہا ہے اور کبھی کبھی قصداً اور کبھی بلاارادہ مجاہدین کی کامیابی کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں 6 جنوری بروز پیر جارحیت پسند ملک برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے افغانستان میں اپنی حکومت کی فوجی پیش رفت کے خاتمے کا اعلان کردیا۔ اس نے مزید کہا کہ خارجی جارحیت پسندوں کے انخلاء سے ہوسکتا ہے افغانستان کے جنوبی علاقے مجاہدین کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔ اس سے قبل بھی برطانیہ کے خصوصی ہوائی فوج کے سابقہ کمانڈر رچرڈ ڈولیز نے روزنامہ ٹائمز کو بتایا کہ بہت سے ایسے شواہد موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہلمند میں سیاسی حکام، سکیورٹی اداروں اور طالبان کے درمیان بڑھتا ہوا تعاون موجود ہے۔

24 جنوری بروز جمعہ افغانستان میں ناٹو اور امریکا کے جارحیت پسندوں کے بلند رتبہ کمانڈ جنرل میلی نے مجاہدین کی قوت کے اعتراف کے ضمن میں کہا کہ طالبان امریکا اور کابل انتظامیہ کے درمیان ہونے والے سکیورٹی معاہدے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس جنرل نے مجاہدین کی قوت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ وہ اب بھی عسکری جنگ میں کامیابیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔
جنرل میلی کے اس اعلان کے ساتھ ہی مجاہدین کا حالیہ حملہ کابل میں ایک غیر ملکی ریسٹورنٹ پر ہوا۔ ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ انہیں افغانستان میں طالبان کے بڑھتے ہوئے حملوں کا انتظار ہے اور یہ سلسلہ مستقبل میں اور بھی طویل ہو سکتا ہے۔

31 جنوری بروز جمعہ ایک اور رپورٹ سامنے آئی۔ دشمن نے ایک بار پھر مجاہدین کی مضبوط قوت کا اعتراف کیا۔ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے امریکی سفیر کارل ایکن بیری کے حوالے سے لکھا ہے: "جہاں سڑک ختم ہوتی ہے وہیں سے طالبان شروع ہو جاتے ہیں"۔ یعنی کابل انتظامیہ اور خارجی جارحیت دشمن کی حکومت صرف بڑی شاہراہوں اور سڑکوں تک محدود ہے۔ اور ملک کے باقی حصے مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت:

حقائق آشکارہ ہونے پر مجاہدین کی صف میں دشمن کے اہلکاروں کی شمولیت کا سلسلہ پوری تیزی سے جاری ہے۔ 16 جنوری کو دشمن کی صفوں میں موجود مجاہد نے نیشنل آرمی پر فائرنگ کر دی اور کئی اہلکاروں کو زخمی کر دیا۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ یہ شخص بعد ازاں مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔
17 جنوری بروز جمعہ ضلع شنیگل میں حقیقت اور حقانیت کے ادراک کے بعد کم از کم 81 پولیس اور انٹیلی جنس اہلکار مجاہدین سے مل گئے۔
20 جنوری بروز پیر سرپل ضلع شرم میں نیشنل آرمی، پولیس اور اربکیوں کے 46 افراد کابل انتظامیہ سے الگ ہو کر 9 میل اسلحہ کے ساتھ مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے۔

اسی طرح بروز پیر 27 جنوری کو سرحدی پولیس کے ایک اہلکار نے ہرات ضلع کشک کہنہ میں اپنے ساتھیوں پر فائرنگ کر دی اور کم از کم 6 افراد ہلاک ہو گئے۔ خبر میں مزید کہا گیا ہے کہ یہ اہلکار بعد ازاں مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

گذشتہ جنوری کے مہینے میں مزدور انتظامیہ کے مجموعی طور پر 268 کارکن ملک کے مختلف علاقوں سے 1 مارٹر لانچر، 1 سیٹلائٹ، 2 وائرلیس سیٹ، 3 موٹر سائیکلوں، 1 مشین گن، 3 پستول 22 میل کلاشنکوف کے ساتھ مجاہدین سے مل گئے۔ جس کی مکمل رپورٹ اور تفصیل دعوت وارشاد کمیشن کی رپورٹ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

قیدیوں پر مظالم:

ایک طرف مزدور انتظامیہ اور اس کے کٹھ پتلی فوجی عام بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں ڈالتے ہیں تو دوسری طرف جیلوں میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ اور طرح طرح سے ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ کئی کئی مرتبہ آزاد فورمز نے اپنی رپورٹس میں اس حوالے سے توجہ دلائی ہے۔ لیکن اب تک کسی جانب سے بھی اس مسئلے پر توجہ نہیں دی گئی۔ 20 جنوری بروز پیر ذرائع ابلاغ نے کنڑ میں قیدیوں پر ہونے والے مظالم کی خبر دی۔ قیدیوں کا کہنا تھا کہ مذکورہ کمانڈر قیدیوں کو انتہائی شدید اذیتیں دیتا ہے اور ان کے حقوق پامال کرتا ہے۔ انہوں نے جیل کے اس سربراہ کی تبدیلی کا مطالبہ بھی کیا۔
ایک ہفتے کے بعد 27 جنوری پیر فاریاب کے مرکزی جیل کے قیدیوں نے بھی جیل کی خراب حالت اور قیدیوں کے ساتھ ہونے والے غیر انسانی سلوک کے خلاف ہڑتال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ قیدیوں کو یہاں سے نامعلوم مقام پر لے جایا جاتا ہے جن کا بعد میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔

آقاؤں کے جرائم کا اعتراف:

24 جنوری بروز جمعہ لغمان میں 5 کھلاڑیوں کی ہلاکت کی خبر کے رد عمل میں حامد کرزئی نے کہا کہ یہ پر اسرار حملے شروع ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ افغانستان کے دشمن چاہتے ہیں کہ اس طرح سے انہیں دباؤ میں لا کر ان سے اس شرمناک معاہدے پر دستخط کروائیں۔ یہ واقعہ ایسے حالات میں ہوا جب قندھار میں نامعلوم افراد کی جانب کئی کھلاڑیوں کو ہلاک کیا گیا۔ اگرچہ کٹھ پتلی انتظامیہ نے اس واقعے کا الزام مجاہدین پر لگایا مگر امارت اسلامیہ نے ہمیشہ عام لوگوں کے قتل کی مذمت کی ہے اور اسے اسلام اور انسانیت کے خلاف قرار دیا۔
26 جنوری بروز اتوار امریکی جارحیت پسندوں نے کہا کہ وہ کابل انتظامیہ کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیے بغیر بھی افغانستان میں رہ سکتے ہیں۔ لاس اینجلس ٹائم نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ جنرل ڈانفورڈ ان دنوں ایک اچانک دورے پر امریکا گئے ہیں۔ جہاں وہ اوبامہ کو مشورہ دیں گے کہ معاہدے پر دستخط کیے بغیر بھی اپنی فوج افغانستان میں رکھیں گے۔ اس خبر کے بعد 30 جنوری بروز جمعرات وہائٹ ہاؤس نے ایک بار پھر مزدور انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے اس شرمناک معاہدے پر دستخط کیے جائیں اور اسے آئندہ انتخابات تک معطل نہ رکھا جائے۔

✪✪✪

تحریر: سید سعید

جنگی جرائم {فروری 2014}

8فروری2014ء کو قابض افواج نے صوبہ ننگرہار ضلع چپرھار کے علاقے ادیاخیل کلتک میں چھاپہ مار کر7شہریوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

9فروری کو صوبہ لوگر ضلع خروار کے علاقے ماڑی میں افغان فورسزنے شہریوں کے گھروں اوردکانوں پر چھاپہ مارا، چھاپہ کے دوران مکینوں کو مالی نقصان پہنچایا گیااور کئی دکانوں کولوٹ لیا گیا۔

9فروری کو صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے خلاخیل علاقے میں مقامی پولیس اہلکاروں نے اٹھارہ سالہ دوشیزہ کو کو اس وقت اپنے گھر سے زبردستی اغواء کیا جب گھر میں کوئی مرد موجود نہیں تھا۔

11فروری کو صوبہ خوست ضلع باک کے کوتکی علاقے میں قابض افواج نے چھاپہ مارا، گھر گھر تلاشی لینے کے دوران اندھادھند فائرنگ کی جس سے ایک شخص شہید جبکہ دوخواتین سمیت تین افراد زخمی ہوئے، جبکہ شہریوں کو مالی نقصان بھی پہنچایا گیا۔

12فروری کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں قابض فوجیوں اور افغان فورسز کے درمیان لڑائی ہوئی جو دوروز تک جاری رہی جس میں جانبین کو نقصان پہنچا، عینی شاہدین نے بتایا کہ امریکی فوج نے لڑائی کے دوران علاقے پر بمباری بھی کی جس سے شہریوں کو جانی ومالی نقصان پہنچا، 17افراد شہید جبکہ 6زخمی ہوئے۔

12فروری کو جارحیت پسندوں نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے بدکک میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی، لوگوں کو مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ ایک شخص کو گرفتار کرکے لے گئے۔

12فروری کو کابل شہر کے پل چرخی کے مقام پر افغان فورسزنے شہریوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید ہوا جس کے خلاف شہریوں نے شدید احتجاج کیااور کابل، جلال آباد قومی شاہراہ کو بند کردیا جس سے ٹریفک کی آمدورفت معطل رہی۔

13فروری کو قابض افواج نے صوبہ وردگ ضلع سید آباد کے تنگی مقام پر ڈرون حملہ کیا جس کے نتیجے میں تین افراد [عزیزاحمد اور حاجی صبغت اللہ] شہید ہوگئے۔

15فروری کو صوبہ ہلمند اباجی کو یکی کے علاقے میں افغان پولیس اہلکاروں نے ایک شخص کے گھر پر چھاپے کے دوران تین افراد کو شہید کیا۔

15فروری کو قابض افواج نے صوبہ غزنی ضلع واغظ کے علاقے شمشیر گوڈل میں ڈرون حملہ کرکے علی محمد نامی شخص کو شہید کیا۔

15فروری کو صوبہ زابل کے صوبائی دارالحکومت قلات کے گردونواح سے دولاشیں ملیں، عینی شاہدین نے بتایا کہ مقتولین باپ اوربیٹا تھے جن کو پولیس نے قتل کیا، اس واقعے کی تصدیق صوبائی حکام نے بھی کی۔

15فروری کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ کے عصمت بازار علاقے میں امریکی ڈرون حملے میں تین موٹر سائکل سواروں کو نشانہ بناکر شہید کیا۔

16فروری کو شام کے وقت صوبہ بدخشان ضلع دیرگان کے اشام گاوں میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے گاوں کی مسجد پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں 4شہری شہید ہوگئے۔

16فروری کو صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے گنج آباد علاقے میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے دس سالہ معصوم بچہ شہید کردیا۔

17فروری کو قابض افواج نے رات کی تاریکی میں صوبہ ننگرہار کے ضلع مہمندرہ میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی گئی، اس دوران قابض فوجیوں نے چارافراد کو شہید کیا جو تجار کے رہائشی تھے اور50افراد کو حراست میں لیا گیا جس میں دوپیش امام، بوڑھے اور معصوم بچے بھی شامل تھے۔

17فروری کو صوبہ پکتیکا ضلع یوسف خیل کے علاقے میرزاخیل میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں اور پولیس تین لڑکیوں جن کی عمریں 12سال اور 18سال کے درمیان تھیں، کو زبردستی اٹھاکر اپنی چیک پوسٹ لے گئے جس کے خلاف مقامی لوگوں نے شدید احتجاج کیااور مظاہرے کیئے۔

بقیہ: صفحہ نمبر39پر ملاحظہ فرمالیں۔

فروری کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کے ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	54	0	5	2	73	20	20	0	0	0
-2	ہلمند	120	1	22	9	237	108	50	4	13	1
-3	غزنی	23	0	5	3	49	16	5	2	1	0
-4	خوست	28	0	0	0	28	19	7	0	0	0
-5	نورستان	3	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-6	میدان وردگ	11	0	0	0	20	3	1	1	0	0
-7	کونڑ	71	0	0	0	56	69	18	6	5	0
-8	پکتیکا	5	1	0	0	13	14	4	1	0	0
-9	زابل	17	0	6	0	8	2	3	0	1	0
-10	لوگر	22	0	0	0	24	21	3	0	0	0
-11	کاپیسا	25	0	9	4	62	24	14	0	0	0
-12	روزگان	21	0	0	0	16	11	4	0	0	0
-13	پکتیا	4	0	3	2	5	7	1	0	1	0
-14	فراہ	13	0	0	0	31	26	4	2	4	0
-15	کابل	10	1	0	0	45	20	14	3	0	1
-16	ننگرہار	78	0	16	6	107	102	20	14	5	0
-17	لغمان	19	0	0	0	11	28	1	1	0	0
-18	ہرات	21	0	3	3	26	16	7	0	3	0
-19	نیمروز	13	0	0	0	21	10	3	0	0	0
-20	بادغیس	6	0	0	0	2	3	1	1	0	0
-21	قندوز	9	0	0	0	24	21	4	0	0	0
-22	بغلان	3	0	0	0	5	0	1	0	0	0
-23	فاریاب	14	0	0	0	21	22	4	1	0	0
-24	غور	1	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-25	پروان	7	0	0	0	5	6	1	0	0	0
-26	تخار	1	0	0	0	1	0	0	0	0	0
-27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	6	0	0	0	5	8	2	0	1	0
-29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-30	بلخ	1	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-31	سرپل	7	0	0	0	21	12	1	1	7	0
-32	دائی کنڈی	3	0	0	0	2	0	0	0	0	0
-33	جوزجان	3	0	0	0	6	8	1	1	0	0
-34	پنج شیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		619	3	69	29	926	596	194	38	41	2

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1 - قندہار میں ایک ہیلی کاپٹر

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

جیساکہ اس سے قبل بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ امارت اسلامیہ حصول اقتدار کی پیاسی نہیں۔ہم تمام افغانوں پر مشتمل حکومت "جو اسلامی اصولوں پر قائم ہو" کے قیام کے لیے تمام افغانی دھڑوں کے ساتھ افہام اور تفہیم پر یقین رکھتے ہیں، میں واضح کرتا ہوں کہ امارت اسلامیہ ملک کو غیر ملکی قابضین کے چنگل سے آزاد کرانا اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتی ہے۔اور غیر ملکی قبضہ کے خاتمہ کے بعد افغانوں کے درمیان داخلی مفاہمت کے لئے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، کیونکہ افغان اپنے مشترکہ اصولوں اور ثقافت کی بنیاد پر باہمی افہام و تفہیم کی قدرت رکھتے ہیں۔

قابض دشمن کو چاہیے کہ وہ گزشتہ بارہ برسوں کے تلخ تجربات سے سبق حاصل کرے، قبضے کو دوام بخشنے اور مستقل اڈوں کے قیام کے عنوان کے تحت ایک بار پھر قسمت آزمائی کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی کابل کی نام نہاد حکومت کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کرے۔اس لیے کہ ان کے مقامی حواری اور حامی یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح جارحیت کے ابتدائی ایام میں انھوں نے جارحین کے سامنے افغانستان کو لقمہ ءتربنا کے پیش کیا تھا اسی طرح آج بھی غیر ملکی قبضوں کے دوام کی آڑ میں ذاتی منافع کے حصول کو یقینی بنا سکیں۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year **March 2014**

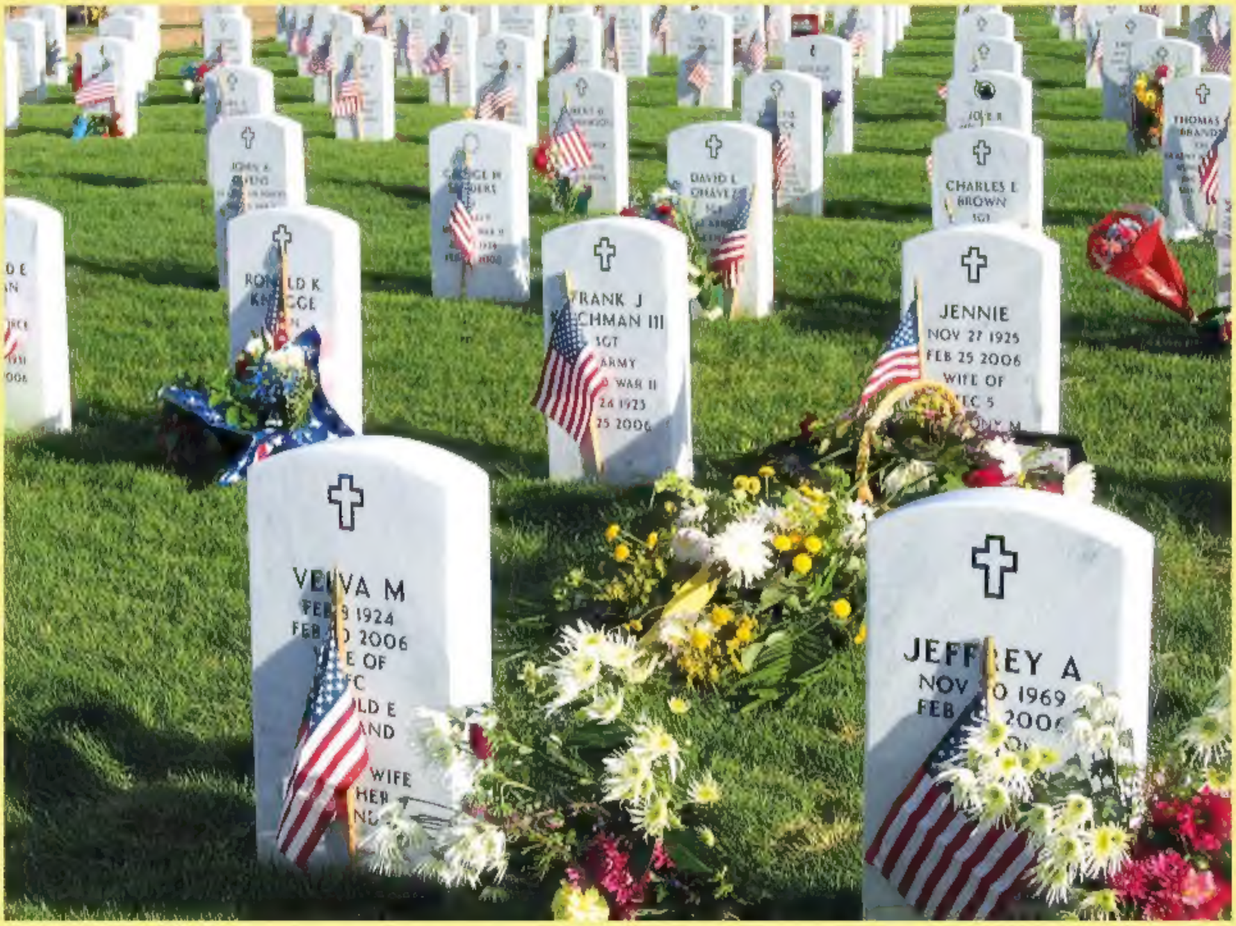

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب